پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

بھائیوں کے درمیان مصالحت

قرآن مجید کا ایک اصول یہ ہے: وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىْ تَبْغِىْ حَتّٰى تَفِىْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (الحجرات: ۹ – ۱۰) ''اور اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔ پس اگر ان میں سے ایک زیادتی پر تلا رہے تو اس سے جنگ کرو جو زیادتی کا مرتکب ہو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو دونوں فریقوں کے درمیان عدل کے مطابق صلح کرا دو اور انصاف پر استوار رہو۔ یقیناً اللہ کو پسند آتے ہیں انصاف کرنے والے۔ مومن باہم بھائی ہیں۔ پس اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

دیکھئے، قتل وخونریزی کو روکنے کی کتنی عمدہ، منصفانہ اور موثر عملی تدبیر ہے۔ ممکن ہے دو بھائیوں کے درمیان غلط فہمی کی بناء پر کشمکش کی نوبت آ جائے تو اس صورت دوسرے بھائیوں کا فرض ہے کہ ان میں صلح کرا دیں۔ اگر کوئی فریق صلح سے انکار کرے یا زور وقوت کے بل پر دوسرے فریق کو پامال کر دینے پر تل جائے تو سب کا فرض ہے کہ متحد ہو کر مظلوم کی حفاظت کے لیے کھڑے ہو جائیں اور ظالم کو رک جانے پر مجبور کر دیں۔ جب زیادتی کرنے والا بھی صلح پر آمادہ ہو جائے تو بیچ بچاؤ کرنے والوں کا فرض ہے کہ صلح کرا دیں مگر وہ صلح عدل وانصاف کی بناء پر ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض لوگ قوی اور زبردست فریق کی کوئی بات اس بناء پر قبول کر لیں کہ وہ زبردست ہے حالانکہ وہ بات عدل کے خلاف ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، ظالم ہو یا مظلوم۔ عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد تو کی جا سکتی ہے ظالم کی مدد کیونکر ہوگی؟ فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے روکو۔

یہ اصول مسلمانوں کے تعلق میں بیان ہوا ہے، لیکن یہی اصول دنیا کے ہر بین الاقوامی ادارے کا ایک بنیادی اصول بن سکتا ہے اور جس حد تک اندازہ کیا جا سکتا ہے، انجمن اقوام متحدہ کا پورا نظام اسی پر قائم ہے، اگرچہ مختلف اقوام یا حکومتوں نے ذاتی اغراض کی وجہ سے اس پر عدل وانصاف کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی صحیح صورت پیدا نہیں ہونے دی۔ ذاتی اغراض ہی کی آلودگی اب تک انجمن اقوام متحدہ کی کمزوری اور بے اثری کا باعث ثابت ہوئی ہے۔ قرآن مجید کے اصول سے جتنا انحراف کیا جائے گا یا اس پر عمل کی زیادہ سے زیادہ اچھی صورت اختیار کرنے میں جتنا تامل ہوگا اتنا ہی امن عالم میں اختلال کا دروازہ کھلا رہے گا۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ ص ۷۹۷-۷۹۸)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

بازار کے آداب

عن ابی هريرة رضی الله عنه : أن رسول الله ﷺ قال: احب البلاد الی الله مساجدها، وابغض البلاد الی الله اسواقها (رواه مسلم فی كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب فضل الجلوس فی مصلاه بعد الصبح وفضل المساجد ۱/۴۶۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب شہروں میں پائی جانے والی مساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ شہروں میں پائے جانے والے بازار ہیں۔

تشریح: بازار اور بیع وشراء یہ انسان کی اہم ضرورت ہے اس سے کوئی انسان اپنے آپ کو الگ نہیں کرسکتا ہے چنانچہ بازار جانا، خرید وفروخت کرنا یہ گناہ کا کام نہیں ہے بلکہ بشری ضرورتوں کی تکمیل کا ایک اہم مصدر ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بالخصوص جناب محمد رسول اللہ ﷺ بھی اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے بازار جاتے اور اپنے خوردونوش کی چیزیں وہاں سے خریدتے اور جہاں تک رہی بات بیع وشراء کی تو خود آپ ﷺ ایک امین وصادق تاجر تھے متعدد لوگوں کے ساتھ مل کر بیع شراء کی، اس غرض سے آپ نے سفر بھی کیا۔ لہٰذا بازار جہاں بیع وشراء کے معاملات انجام پاتے ہیں وہ بذات خود ناپسندیدہ یا حرام نہیں ہیں بلکہ اس میں کئے جانے والے غیر شرعی امور یا دین سے غافل کردینے والے دنیا طلبی کے کام، ان بنیادوں پر اس کی حلت وحرمت موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیع وشراء کو حلال اور سود کو حرام گردانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”احل الله البيع وحرم الربا“ مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے مساجد کو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور بازار کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ مگر اس ناپسندیدگی کے باوجود انسان اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے بازار جاسکتا ہے بیع وشراء کے معاملات طے کرسکتا ہے یہ ساری چیزیں جائز ہیں البتہ ایسی جگھوں پر جہاں جانے سے انسان ذکر الٰہی سے غافل ہوجاتا ہے۔ دنیاوی تڑک بھڑک میں گم ہوجاتا ہے، بچنا چاہیے، اسی طرح بلاضرورت بازار جانا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اللہ کو یہ جگہ ناپسند ہے۔ لہٰذا جب کوئی بازار جائے تو اس کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھے ان آداب میں سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھیں اس دعا کو امام البانی نے حسن قرار دیا ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں، امام ترمذی وامام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ذکر فرمایا ہے کہ: قال رسول الله ﷺ من دخل السوق فقال: لا اله الا الله وحده لاشريك له، له الملك وله الحمد، يحی ويميت وهو علی كل شئی قدير، كتب الله له الف الف حسنة، ومحی عنه الف الف سيئة، ورفع له الف الف درجة، وبنی له بيتا فی الجنة. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بازار میں داخل ہوتے وقت (مذکورہ) دعاء پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، اور دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور دس لاکھ درجات بلند فرما دیتا ہے اور اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دیتا ہے۔ دعا، ذکر الٰہی اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ مقصود ہے خواہ بازار ہو یا بازار سے باہر اور اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے متعدد مقامات پر اس کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح بازار میں بہت سارے ایسے کام بھی انجام پاتے ہیں جس نے سختی منع فرمایا ہے جیسے بازار میں شور ہنگامہ کرنا، لوگوں کو اذیت دینا، دھکا مکی کرنا، معمولی معمولی باتوں پر لڑائی جھگڑا اور انتقام لینا، گالی گلوج کرنا، بلاوجہ آواز بلند کرنا، برائی کا بدلہ برائی سے دینا، بازار میں گندگی پھیلانا اور اس کی صفائی کا خیال نہ رکھنا جس کے نتیجے میں بدبو کا پھیلنا اور کوڑے کا انبار لگنا عام بات ہے۔ بیع وشراء کے شرعی تقاضوں کو پورا نہ کرنا مثلاً جھوٹ بولنا، بات بات پر کذب بیانی سے کام لینا، قسم کھانا، اور قسم کے ذریعہ لوگوں کو دھوکہ دینا، بھائی چارہ کے اصولوں کو پامال کرنا، نفرت وعداوت اور لڑائی جھگڑے کا ماحول بنانا، اذان ونماز کے وقت بیع وشراء جاری رکھنا، نماز کی پابندی نہ کرنا، ناپ تول میں کمی کرنا، سودی لین دین کرنا، موقع کا غلط فائدہ اٹھانا، ضرورت مند اور مجبور کو دیکھ کر دام بڑھا دینا یا بیچنے والے کی ضرورت کو محسوس کر کے دام صحیح نہ لگانا، چوری کا مال خریدنا اور بیچنا، مرد وعورت کا اختلاط، عریانیت اور بے حیائی وفحاشی کا مظہر، روڈ و چوک وچوراہے پر کھڑا ہو کر وقت ضائع کرنا، بلاوجہ بھیڑ کا سبب بننا، دوکانوں یا شاہراہوں پر گانا بجانا اور موسیقی کا اہتمام کرنا، اپنی نظروں کو جھکا کر نہ رکھنا یا اسی طرح اشیاء ممنوعہ اور محرمات کا لین دین کرنا۔ یہ ساری چیزیں آداب سوق کے خلاف ہیں چنانچہ ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم ان تمام محرمات ومکروہات سے بچیں اور بازار کے آداب کو ملحوظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو کتاب وسنت کا عامل بنائے۔ آمین وصلى الله على محمد (ﷺ)

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی مولانا طہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
فقہ الاقلیات/ اہمیت وضرورت	۶
اخلاق نبوی ﷺ کے چند شاہکار نمونے	۹
پیش امام کی اہم ذمہ داریاں	۱۴
یتیموں کے حقوق	۱۸
طاقتور مربی بچوں پر چلاّتے نہیں	۲۲
قانون کو ہاتھ میں نہ لیں	۲۴
تحیۃ المسجد- آداب واحکام	۲۶
طب وصحت	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۸
جماعتی خبریں	۳۰
کلینڈر ۲۰۲۰	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

آشنا ہو اپنی حقیقت سے اپنی حیثیت کو جان!

وقتی اور تھوڑی دیر کے عیش وعشرت اور چندروزہ اور عارضی راحت وآرام اور مرتبہ ومقام جس پر ایک ناعاقبت اندیش اور غفلت شعار انسان مدہوش ومغرور ہوکر اتراتا پھرے، چندروزہ چمک دمک والی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے اور آنے والے طویل سفر کو فراموش کردے، اس عارضی روشنی کو ہی حقیقی اور ابدی روشنی تصور کر بیٹھے اور اس میں ایسا مگن رہے کہ اس کے بعد کی اندھیری اور کال کوٹھری کو خاطر میں نہ لائے تو اس چار دن کی چاندنی اور پھر اندھیری رات پر فدا رہنے والے کو کہنا ہی پڑتا ہے کہ ''چار دن کی کوتوالی پھر وہی کھرپا وہی جالی''۔

دراصل اگر غور کیا جائے تو انسان کی پوری زندگی ہی چار دن کی ہے۔

عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیوی زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں اور طول سامانیوں کے باوجود تار عنکبوت اور پانی کے بلبلے سے زیادہ حقیقت آشنا نہیں ہے۔ اُسے اس سے بھی زیادہ بے ثبات کہنے اور آہ وحسرت کے ساتھ اس پر کف افسوس ملنے کی بات کی جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا اور انسان اپنی اس طویل ترین زندگی کو بھی ایک لمحہ اور صبح وشام کی ایک ادنی گھڑی سمجھے گا۔ ''كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا'' (النازعات:۴۶) ''جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں''۔ گویا ان کی یہ پوری دنیوی زندگی قیامت کے دن کے مقابلے میں صبح یا شام کے پل جھپکتے لمحات ہیں جو انہوں نے دنیا میں گذارے تھے۔ اور اگر بالفرض نظروں سے اوجھل ہونے کی وجہ سے آخرت کی ابدی واصلی زندگی کے مقابلے میں اسے طویل ترین مان بھی لیا جائے تو ذرا بتاؤ کہ آخر فنا آخر فنا کی آواز ہر سو سے آرہی ہے یا نہیں۔؟

انما الدنیا فناء لیس للدنیا بقاء
انما الدنیا و ما فیھا کنسج العنکبوت

دنیا قرب فنا اور عارضی ہونے یا اپنی دناءت وخست کی وجہ سے اور ادنی واحقر ہونے کے ناطے فانی محض ہے۔اس میں پائیداری وبقا کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے۔اگر اس دنیا کی کل حقیقت مجتمع کردی جائے تو اس کے علاوہ کیا حاصل ہے کہ وہ ایک مکڑی کے جالے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی چہ جائیکہ ایک ظاہر بیں اور غفلت وجہالت میں سرشار انسان دور سے اسے ایک قصر مشیّد، مضبوط پناہ گاہ یا عشرت کدۂ قارون وفرعون مان لے اور اس حیاۃ مستعار کے چندروز کے ساز و سامان اور اسباب عیش وعشرت کو آبِ حیات تصور کر بیٹھے۔صادق المصدوق ﷺ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ''لوكانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقى كافرا منها شربة ماء (ترمذی) ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی وقعت اگر ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔''

ذرا غور کرو میرے عزیز وکہ مخلوقات میں سے تم ایک خاکی انسان ہو اور مخلوقات کے اس انبوہ عظیم میں اب تمہارے حقیر وقطمیر سے وجود کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ کہ اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے ہو''يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ. الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ. فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ''۔(الانفطار:۶-۸) ''اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکا دیا؟۔جس (رب نے) تجھے پیدا کیا، پھر ٹھیک ٹھاک کیا، پھر (درست اور) برابر بنایا۔جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا''۔تم خود کچھ نہ تھے''وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا''(المریم:۹)،''اور تو خود جبکہ کچھ نہ تھا میں تجھے پیدا کر چکا ہوں''اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ'' (المرسلات:۲۰) ''کیا ہم نے تمہیں ذلیل پانی سے (منی سے) پیدا نہیں کیا''،''ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا، ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ'' (المومنون:۱۴) ''پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنادیا، پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا۔پھر گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پیدا کردیں، پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر دوسری بناوٹ میں اس کو پیدا کر دیا''اور''هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا. اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا''۔(الدھر:۱-۲)''کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔بیشک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے امتحان کے لیے پیدا کیا اور اس کو سنتا دیکھتا بنایا''۔

اب بتاؤ! تم معدوم محض تھے۔اس وقت تمہاری تمام تر قیات اور تمہارے علم وآگہی سے مزین ہونے کے باوجود اور تجربات ومعلومات کی کثرت وبھرمار ہونے کے علی الرغم یا ذرا غور کرکے، تحت الشعور میں جھانک کر کے اور ذہن ودماغ پر زور ڈال کر کے کیا بتا سکتے ہو کہ''ماء مهين''سے قبل تمہاری حقیقت اپنی نظر میں کیا تھی؟ اصلاب آباء واجداد اور اتراب امہات سے پہلے کے حقائق ومعلومات اور نسل انسانی کی ابتداء سے قبل اور خلق السموات والارض سے پہلے تم کہاں تھے۔؟ جب تم خود اپنے بارے میں کچھ جانتے تک نہیں تو پھر اس دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھنے اور اسی پر فدا ہونے اور ابدی گھر بنانے کا خواب دیکھنے کی غلطی کرنے میں تم مسافر راہ عدم وفنا بے تاب اور اس دنیا اور اس کے متاع غرور کے سودا کے لیے کیوں ماہی بے آب بنے ہوئے ہو۔ہائے دنیا، ہائے دنیا اور''هل من مزيد''!تمہاری خواہش وامنگ بھی ہے اور تگ ودو بھی، صد افسوس!!

تم غور کرو اور اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی پا جانے کا جتن کرو۔زیادہ دیر نہیں لگے گی اور تمہیں اپنی غلطی کا احساس اور بھول کا یقین ہوجائے گا کہ تم دھوکے کی کس ٹٹی کے شکار ہو اور مکڑی کے جالے کو تم نے کیسے حصن حصین سمجھ رکھا ہے اور تم اس قدر جلد بھول گئے کہ تم کو تمہارے رب کریم نے وجود بخشا، اسی نے پیدا کیا، تمہیں سڈول جسم عطا فرمایا، تندرست وتوانا بنایا اور تمہارے تمام ہی کل پرزے اور اعضاء وجوارح کی ایسی فٹنگ کی کہ قدرت کی اس صناعی سے ساری خلقت انگشت بدنداں اور محو حیرت واستعجاب ہے اور اذہان وایقان اور ایمان کامل پر مجبور کہ''صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اِنَّهٗ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ''۔(النمل:۸۸)''یہ صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے''۔

در اصل تمہارے اس بڑے دھوکے میں پڑنے کی بہت سی وجوہات ولوازمات ہیں۔اس میں دنیا کی لذت اور کشش بھی ہے جو تم کو خود تم ہی سے غافل کر دیتی ہے۔تم کیا تھے، کیا ہو، اور کیا ہوگئے اور کہاں کھو گئے؟ تمہیں کچھ خبر نہیں۔مکھی کو جب ہلاکت وبربادی کی راہ پر لگنا ہوتا ہے تو وہ بھی شیرے اور قوام میں گر پڑتی ہے اور پھر اس کی لذتوں سے محظوظ ومستفید کیا ہوتی ہے کہ وہ اسی

میں بیٹھ کر چمٹ جاتی ہے اور ہزار جتن کے باوجود اس سے نکل نہیں پاتی بلکہ ہلاک و برباد ہوجاتی ہے۔تم بھی اپنی منزل کو بھول کر کسی سایۂ عارضی ، گوشۂ عافیت اور شجر سر راہ کو منزل مقصود سمجھ کر لذت آشنائے طلال وانہار ہونے میں منہمک کیا ہوئے کہ منزل مقصود ذہن ودماغ سے بھی جاتی رہی اور اگر کسی صوت ہادی نے تمہاری آنکھیں کھول دینے کی کوشش کی اور اصل منزل کی طرف رہنمائی و یاد دہانی کرائی بھی تو تم نے اسی کنج کہنہ و بے وفا کو اپنی وفا شعاریوں کا مرکز و مقصود ٹھہرالیا۔حالانکہ ہزاروں راہیوں نے اسی راہ میں اور اسی وقتی پیڑ و پڑاؤ کو اپنا کر سب کچھ گنوا دیا۔اور اب تم اسی بے وفا دنیا میں وفا داری اور دلداری کا ثبوت دینے بیٹھ گئے ۔آہ! تمہیں کیا ہوگیا۔؟ حالانکہ اس میں عبرت کی ہزار داستان پنہاں ہیں۔

فی الذاهبین الاولین	من القرون لنا بصائر
لما رایت مواردا	للموت لیس لها مصادر
ورایت قومی نحوها	یمضی الاصاغر والاکابر
لامن مضی یاتی الیک	ولا من الباقین غابر
ایقنت انی لا محالة	حیث صارا القوم صائر

''گزشتہ زمانوں کے چلے جانے والوں میں ہمارے لئے عبرتیں اور بصیرتیں ہیں۔

کیونکہ میں نے دیکھا کہ موت کی طرف جانے والے راستے تو ہیں لیکن لوٹ کر آنے والے نہیں ہیں۔

اور میں نے اپنی قوم کے چھوٹے اور بڑوں کو دیکھا کہ وہ اس کی جانب چلے جارہے ہیں۔

جو گزر گیا وہ تمہارے پاس لوٹ کر نہیں آئے گا اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی نہیں بچیں گے۔

مجھے بہر حال اس بات کا یقین ہے کہ میرا بھی وہی انجام ہونے والا ہے جو ان کا ہوگیا ہے''۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

دراصل اس کی بڑی وجہ من جملہ دیگر وجوہات واسباب کے یہ ہے کہ تم نے یقینی طور پر ایک اور دن کو جس میں درحقیقت تمہاری اس دنیاوی زندگی کا حقیقی اور ابدی ثمرہ ملنے والا ہے، اسے جھٹلا دیا اور ایسے ہوگئے جیسے نہ تمہاری کوئی جواب دہی ہے اور نہ جواب دینے اور اپنے اعمال وافعال کا حساب وکتاب اور اس کا لیکھا جوکھا کرنے کے لیے کوئی وقت ہے، نہ مالک۔بس تم ہو، خود سے آگئے ہو، خود مختاری سے رہ رہے ہو اور ''لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے'' اور بس۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔''كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ''(الانفطار:۹) ''بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بدلے کی اصل گھڑی کو تم نے بھلا ہی دیا ہے''۔اس چار دن کی چاندنی میں تمہاری آنکھیں چکا چوند ہوگئیں، اس کی دلفریبیوں پر تم فریفتہ ہوگئے اور اس کی چمک دمک نے تمہاری آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔اور تم نے اصلی کالی راتوں ، میدان محشر کی حشر سامانیوں اور اس قبر کی اندھیری کوٹھری کو بھلا دیا۔ جب کہ موت، قبر اور حشر ونشر ایک ناقابل انکار صداقت ہے۔''اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا،وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ'' (لقمان: ۳۳)''یاد رکھو! اللہ کا وعدہ سچا ہے، دیکھو تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمہیں دھوکے میں ڈال دے۔''صرف وسوسہ شیطانی ہی انسان کو مآل وانجام سے بے خبر اور دھوکے میں نہیں رکھتا بلکہ مال واولاد بھی فتنہ اور دھوکہ ہے۔''اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ'' (التغابن: ۱۵) ''تمہارے مال اور اولاد تو سراسر فتنہ (آزمائش) ہیں''۔ تمہارے سامنے صبح وشام کوئی نہ کوئی دنیا سے رخت سفر باندھ کر جارہا ہے اور زندگی کا پرندہ کوئی دم چھپھا کر اڑ رہا ہے لیکن ہائے! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ ہوش کے ناخن نہیں لیتے۔جب کہ قیامت ایک اٹل حقیقت اور تمام تر تلخی، کڑواہٹ اور حشر سامانیوں کے ساتھ تمہارے سر پر کھڑی ہے؟ ''بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ''(القمر:۴۶)'' بلکہ قیامت کی گھڑی ان کے وعدے کے وقت پر ہے۔اور قیامت کی گھڑی بڑی سخت اور کڑوی چیز''۔دنیا کی بہت سی مصیبتوں، مشکلات اور ہلاکتوں کے اندیشے سے بچنے کے لیے تم ہزاروں جتن کر رہے ہو، خوف زدہ ہو گئے ہو، اپنے منصب ومقام اور فریضے کو بھول کر عافیت اور بچاؤ چاہتے ہو اور تم نے آنے والے کل کو فراموش کر دیا ہے۔ایسے میں تمہیں کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔تم اپنے آپ کو پہچانو۔آشنا ہو اپنی حقیقت سے اور اپنی حیثیت کو جان!

☆☆☆

فقہ الاقلیات - اہمیت وضرورت

خورشید عالم مدنی، پٹنہ
9934671798

ارشادباری ہے:فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ:۱۲۲)

فقہ الاقلیات کی ترکیب دولفظوں سے مل کر بنی ہے ایک فقہ اور دوسرے اقلیت، فقہ سے مراد گہرا فہم یا اصطلاحی معنی میں اصول وقانون ہے اور اقلیت سے مراد کسی ملک کے وہ باشندے ہیں، جنہیں غلبہ واقتدار حاصل نہ ہو اور جو مذہب، زبان اور تہذیب میں اکثریتی باشندوں سے مختلف ہوں۔ مسلمان جب ہندوستان میں حکمران تھے تو قلت تعداد کے باوجود اقلیت کی سیاسی اصطلاح ان پر چسپاں نہیں ہوتی تھی، کیوں کہ انہیں سیاسی طاقت اور بالادستی حاصل تھی لیکن آج مسلمان تین سوملیون سے زیادہ ہونے کے باوجود یہاں اصطلاحی اعتبار سے بھی اقلیت میں ہیں، اگر چہ دستوری اعتبار سے انہیں برابر کے شہریت کے حقوق حاصل ہیں۔

فقہ الاقلیات کیوں؟ موجودہ دنیا میں وہ مسلمان جو غیر اسلامی ممالک میں اقلیتوں کی حیثیت سے زندگی گذار رہے ہیں، ان کو آئے دن نت نئے مسائل سے سابقہ پڑتا رہتا ہے، یہ مسائل تعلیمی بھی ہوتے ہیں اور معاشی بھی، مذہبی بھی ہوتے ہیں اور معاشرتی بھی۔ مسائل جدیدہ کے ان گیسوئے دراز کو اس سلیقہ سے سنوارنے کے لئے جس میں اسلام کی حقانیت، شریعت کی جامعیت اور دین کی مکمل حفاظت کے ساتھ ساتھ یہ قوم مسلم زندگی کے تمام شعبوں میں زمانے کے دوش بدوش ترقی کی منزلیں پورے ایمان ویقین کے ساتھ طے کرے۔ ہمارے دور کے علماء وفقہاء نے ''فقہ الاقلیات'' کو فقہ اسلامی کے ایک اہم جزء کی حیثیت سے اپنی توجہات کا مرکز بنایا، گو ہمارے ملک میں اس موضوع پر منظم انداز میں توجہ نہیں دی گئی ہے، جبکہ ملت اسلامیہ ہند یہ اس بات کی سخت حاجت مند ہے کہ اس کے علماء اور معتبر ومستند ادارے اس جانب خصوصی توجہ مبذول فرمائیں اور اپنے سامنے ان تمام سیاسی، تعلیمی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی مسائل کو رکھیں جو مسلمانان ہند کو ایک اقلیت کی حیثیت سے پیش آتے رہتے ہیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان تمام مسائل کا حل پیش کریں، تا کہ ہماری عوام کو شرح صدر حاصل ہو اور وہ اپنے دین وشریعت کے تئیں کسی قسم کے شک وشبہ میں مبتلا نہ ہوں۔ واضح رہے کہ ''فقہ الاقلیات'' کے سلسلے میں عام طور پر ذہنوں میں ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح کی فقہ کا تذکرہ فقہاء سلف کے یہاں ملتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اس کا بہت واضح جواب شیخ محمد علی کے ایک مضمون میں ملتا ہے وہ لکھتے ہیں: تلك الحقائق ان فقه الاقليات المنشو دلا يخرج عن كونه جزءا من الفقه العام ولكنه فقه له خصوصيته وموضوعه ومشكلاته المتميزة وان لم يعرفه فقهائون السابقون بعنوان يميزه، لان العالم القديم لا يعرف اختلاط الأمم بعضها بعضا، وهجرة بعضها الى بعض، وتقارب الاقطار فيما بينها حتى البحت كانها بلدو احدكم كما هو واقع اليوم (الرابطة ستمبر ۲۰۰۵ (راہ اعتدال الشهرية– جلد ٦ شمارہ۲)

اس اقتباس کی روشنی میں دواہم باتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ''فقہ الاقلیات'' کوئی انوکھی یا غیر مانوس فقہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ فقہ اسلامی کا ہی ایک جزء ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے اپنے کچھ الگ مسائل اور متعدد نمایاں خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ پرانے زمانوں میں اقلیتوں کا وہ تصور نہیں تھا جو آج ہے اس لئے فقہاء سابقین کی کتابوں میں ایک مستقل عنوان کے تحت اس فقہ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ البتہ غیر منظم انداز میں فقہ الاقلیات کے ذیل میں آنے والے متعدد مسائل فقہاء سلف کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

فقہ الاقلیات کی غرض وغایت: فقہ الاقلیات کی تدوین وقت کی ایک اہم ضرورت ہے اس کا موضوع متعدد اغراض ومقاصد اور بڑی افادیت کا حامل ہے اس کا اہم مقصد یہ ہے کہ مسلمان، غیر مسلم اکثریت والے ملک میں رہ کر بھی اس پوزیشن میں آجائیں کہ ان کی ایک دل کو چھولینے والی شناخت قائم ہو اور اکثریت یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے کہ یہ وہ طبقہ ہے جو صرف اپنے مذہب پر عمل نہیں کرتا بلکہ معاشرے میں حب وطن، سماجی مساوات، معاشی عدل اور جمہوری نقطۂ نظر کا قائل ہے۔ اکثریتی طبقہ کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ مسلم اقلیت ملک کے لئے خیر خواہ، وطن دوست اور اخلاقی اقدار کی علم بردار ہے۔

اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ مسلم اقلیات کو ان کے غیر مسلم ممالک میں سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے باوقار زندگی گذارنے کے ساتھ ساتھ حتی الامکان قوانین اسلامی پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دشواری محسوس نہ ہو بلکہ وہ شریعت اسلامی کو زحمت کے بجائے رحمت، عسر کے بجائے یسر، تنگی کے بجائے وسعت وکشادگی اور بوسیدہ شریعت کی بجائے تازہ ترین دستور زندگی تصور کرے۔ اس فقہ کا تیسرا مقصد یہ ہے کہ یہ فقہ غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلم اقلیتوں کے لئے برادران وطن کے مابین فریضۂ دعوت کی ادائیگی کا ذریعہ بن سکے اور وہ اپنے اس فقہ کی مدد سے ان کی

طرف سے اٹھائے جانے والے ان سوالات واعتراضات کا شافی جواب دے سکیں جن کی وجہ سے اسلام کی ابدیت وحقانیت پر حرف آتا ہو۔

فقہ الاقلیات کے رہنما اصول: (ا) سیرت نبوی میں ہجرت حبشہ کا دور مسلم اقلیت کے لئے اور فقہ الاقلیات کے لئے رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور عادلانہ دستور اور منصفانہ سیاسی نظام کی موجودگی میں مسلمانوں کو ملک کے تحفظ اور اس کی تعمیر وترقی میں سرگرم رول ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔غور کرنے کی بات ہے کہ حبشہ میں مسلمان اقلیت میں ہیں اور عادل، بادشاہ کی رعیت بن کر زندگی گذار رہے ہیں، وہاں مسلمانوں کی تمام ہمدردیاں اور وفاداریاں نجاشی کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جب ان کا ایک حریف اقتدار کا دعوی دار بن کر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے خلاف بغاوت کردی تو اس وقت مہاجرین حبشہ نے نجاشی کی حمایت کی اور اس پر کامیابی کے لئے دعائیں کیں اور اس کی کامیابی سے خوشی کا اظہار کیا۔مشہور سیرت نگار ابن ہشام لکھتے ہیں: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نجاشی کی سلطنت میں امن وسکون کے ساتھ رہ رہے تھے کہ اس دوران میں ایک شخص سلطنت کا دعوی دار بن کر اٹھ کھڑا ہوا،قسم خدا کی اس وقت جیسا غم وحزن ہم پر طاری رہا اس طرح کا غم میں نے کبھی نہیں دیکھا۔نجاشی ہمارے حقوق پہچان رہا تھا۔ڈر تھا کہ اس کا حریف غالب آجائے اور جو حقوق ہمیں حاصل ہیں وہ انہیں پامال کردے۔وہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالی نجاشی کو دشمن پر غلبہ عطا کرے اور ملک پر اس کا اقتدار قائم رکھے(سیرۃ النبی ابن ہشام:۱/۳۶۱)

تاریخ اسلام میں حبشہ کی طرف ہجرت اور وہاں مسلمانوں کی اقامت کے اور بھی کئی پہلو ایسے ہیں جو فقہ الاقلیات کے لئے رہنما دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں مثلا مسلمان جہاں بھی رہیں اپنے وطن میں ہوں یا اپنے وطن سے دور اجنبی ملک میں ہوں انہیں اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام جاری رکھنا چاہیے اور دعوت الی اللہ کا جو بھی موقع ملے تو اسے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہیے جیسا کہ مہاجرین حبشہ نے نہ صرف اپنے موقف کی ترجمانی بے باک طریقے سے کی بلکہ اسلام کی دعوت انتہائی جراءت کے ساتھ پیش کی یہی وجہ ہے کہ خود بادشاہ وقت نجاشی نے اسلام قبول کرلیا اور وہ مسلمانوں کا حامی ومددگار بن گیا۔

اس طرح دوسرے مذاہب اور عقائد کے بارے میں ان کا جو موقف ہے وہ بھی واضح کردینا چاہیے جیسا کہ مہاجرین حبشہ نے حضرت عیسیٰ بن مریم اور ان کی ماں حضرت مریم کے بارے میں نجاشی کے سامنے اسلامی عقیدے کو کسی مداہنت کے بجائے بیان کردیا تھا۔ جسے سن کر حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ اس وقت نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ حضرت عیسیٰ اس بات سے جو تم نے کہا اس تنکے سے زیادہ نہ تھے۔ مہاجرین حبشہ کا یہ طرز عمل ہمیں یہ رہنما اصول فراہم کرتا ہے کہ مسلم اقلیت کی اولین مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ غیر مسلموں کے لئے اسلام کے تعارف اور شکوک وشبہات کے ازالے کی جدوجہد کو اور غیر مسلموں کے ساتھ مذاکرات کو اولین مقام دیں۔

۲۔ائمہ وفقہاء اور فقہی اصولوں سے استفادہ:عصر حاضر میں مسلم اقلیتوں کو جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کا کوئی قابل عمل حل وہاں کے رائج فقہی مسلک میں نہ ہو تو شریعت اسلامی کی وسعت وکشادگی کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہی جمود سے بالاتر ہو کر دوسرے مسلک میں اس مسئلہ کا حل تلاش کریں اور نصوص شرعیہ سے مستنبط حل وہاں مل جائے تو اپنے اپنے ممالک کی اقلیات کو اس پر عمل کرنے کی اجازت دے دیں۔اسی طرح اگر ائمہ اربعہ میں سے کسی کی رائے اس مسئلہ میں اس ملک کے حالات کے اعتبار سے مناسب نہ ہو تو دیگر ائمہ وفقہاء امام زفر،سفیان ثوری،امام ابن تیمیہ،امام ابن القیم ودیگر فقہاء ومحدثین کے اقوال وآراء کو بھی قابل اعتناء سمجھیں خواہ وہ روایتی فقہی مسلک کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ہمارے اس توسع سے مسلکی انتشار وافتراق ختم ہوگا،فقہ اسلامی کی وسعت ظاہر ہوگی اور باہمی اتحاد واتفاق کی داغ بیل پڑے گی۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اقلیات کے پھیلے ہوئے مسائل کے پیش نظر حقیقت ''تیسیر اور رفع حرج جیسے اصول کو پیش نظر رکھیں اور انسانی ضرورت وحاجت کو سامنے رکھتے ہوئے اور زمان ومکان،ماحول ومزاج کے اختلاف کی روشنی میں ''المشقة تجلب التيسير ''الضرر يزال بقدرالامكان اذا ضاق الامرا تسع ''الضرورات تبيح المحظورات اور تغيرالفتوى بتغير موجباتها جیسے فقہی اصولوں سے بھرپور استفادہ کیا جائے،جیسا کہ سلف صالحین سے تغیر زمان کی بنیاد پر تغیر فتوی کی مثالیں ملتی ہیں اس طرح حالت اضطرار میں محرمات کے استعمال کا جواز اور پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کا حکم انسانی ضرورتوں کی رعایت کئے جانے کی واضح مثال ہیں۔اللہ کا شکر ہے اس ملک میں ماہرین شریعت، فضلاء جامعات، فقہ واصول کے متخصصین اور بے شمار تعلیمی وتحقیقی ادارے، فقہی اکیڈمیاں موجود ہیں،اس کے علاوہ دیگر ممالک کے اسلامی مفکرین اور جدید مسائل پر گہری نظر رکھنے والے بابصیرت علماء کرام کی تحریروں سے بذریعہ انٹرنیٹ استفادہ کی گنجائش موجود ہے۔ضرورت ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، اپنی کوششوں کا سمت متعین کریں اور اقلیات کے پیدا شدہ مسائل کا پرحکمت پرکشش حل پیش کرنے کے لئے عملی اقدام کریں:

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

مدنی معاشرہ اور غیر مسلم اقلیات:

آیئے ذرا ہم تصویر کا دوسرا رخ پلٹتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ مدنی معاشرے میں غیر مسلم اقلیات کے ساتھ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سی حکمت عملی اختیار فرمائی اور غیریت کے حائل تمام پردے کو کس سلیقہ سے چاک کرکے مسلم معاشرے کو اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے ساتھ اسلام کے آفاقی انسان نواز پیغام کے مطابق سلوک کرنے کی تعلیم دی ہے۔جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں انہیں ملک کی حفاظت، امن کی بحالی اور عام فلاحی

سرگرمیوں میں اپنے غیر مسلم ہم وطنوں کے ساتھ اشتراک وتعاون کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ جووقت کالازمی تقاضا ہےاور جس کی اہمیت وضرورت سے مجال انکار نہیں۔

اس ریاست کا جو پہلا دستور تیار ہوا وہ تاریخ انسانی کا پہلا تحریری دستور تھا،اس کی ایک دفعہ یہ تھی کہ ہر شخص کواپنے دین پرعمل کرنے کی آزادی ہوگی۔ چنانچہ حیات نبوی کے دوران اوراس کے بعد بھی اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے معاملات میں مکمل عدم مداخلت کی پالیسی پرعمل کرتے ہوئے ان کی عبادت گاہوں کوتحفظ دیا گیا اوران کے عائلی قوانین کو ہر قسم کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا گیا۔ معاشی تعلقات اوراشتراک کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ بٹائی کا معاملہ کیا اور میثاق مدینہ کے تحت مدینے میں موجود تمام مسلمانوں اور غیر مسلموں کوسیاسی لحاظ سے ایک واحد انسانی جماعت قرار دیا گیا تھا جسے آج کی اصطلاح میں کسی جمہوری نظام کے تحت قائم سول سوسائٹی کا مترادف سمجھا جاسکتا ہے۔عقیدہ ومذہب کے اختلاف کے باوجود مدنی ریاست میں موجود یہودیوں سے مسلمانوں کے گہرے تعلقات تھے،وہ ان سے لین دین کرتے،ان کی خوشی وغم میں شریک ہوتے،ان کے مسائل میں گہری دلچسپی لیتے،مستحق افراد کی مالی مدد فرماتے،مظلوم کواس کا حق دلواتے، ان کے ساتھ حق وانصاف کا معاملہ کرتے اور یہ یہودی بلا روک ٹوک آپ ﷺ کی محفلوں میں شریک ہوتے اورآپ سے سوالات بھی کیا کرتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھا کہ چند یہودیوں کا گزر ہوا،انہوں نے آپ سے روح کے بارے میں سوال کیا آپ (وحی کے انتظار میں) کچھ دیر خاموش رہے پھر آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (سورہ اسراء:۸۵، بخاری ۴۷۲۱)

اسی طرح آپ ان کے مریضوں کی عیادت بھی کیا کرتے تھے۔اوران سے خدمت بھی لیا کرتے تھے مشہور حدیث ہے کہ آپ کے خادموں میں ایک یہودی غلام بھی تھا جب وہ بیمار پڑا تو آپ بذات خود عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے (بخاری ۱۳۵۶) اگر وہ ہدیہ دیتے توان کا ہدیہ قبول فرماتے چنانچہ خیبر کی فتح کے بعد ایک یہودی عورت کی طرف سے بکری کے گوشت کا ہدیہ پیش کیا گیا جس میں زہر ملا ہوا تھا (بخاری ۴۲۴۹) اسی طرح عبداللہ بن عمرو بن عاص اپنے غلام کو یہ تلقین فرماتے کہ وہ یہودی پڑوسی کو قربانی کا گوشت دے اور بار باراس کی تلقین کرتے وہ غلام ہکا بکا رہ گیا اور پوچھا آپ اتنی تاکید کیوں کررہے ہیں تو عبداللہ نے کہا نبی نے فرمایا ہےوما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه.

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ جب یہودیوں کی شرارتیں کم ہوگئیں تو اسلامی حکومت کا برتاؤ بھی ان کے ساتھ رحمت کا ہوگیا۔ان کے غریب قبائل کوسرکاری خزانے سے روزینے مقرر ہوگئے، ان کوشہر میں تجارت وحرفت کی پوری آزادی تھی حتی کہ خود رسول اکرم ﷺ کی زرہ ادھار لینے کے باعث ایک یہودی کے پاس گروی تھی، اسی حالت میں آپ نے وفات پائی تھی، یہودی ہمسایوں کی آپ مدارات کرتے اور بنفس نفیس ان کے بیماروں کی عیادت کرتے، ان کے جنازے گلیوں سے گزرتے اور آپ بیٹھے ہوئے ہوتے تو احترام میں کھڑے ہوجاتے (رسول اکرم کی سیاسی زندگی ۲۶۵)

سماج کی تعمیر وترقی اورفلاح وبہبود کے کاموں میں ہر مسلمان کو بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب اسلام نے دی ہے۔اس سے سماج کے ہر فرد کوراحت پہنچے گی خواہ وہ کسی مذہب کا ماننے والا ہو۔سماج کے عام لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے اوراس میں پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر وبرداشت کرنے کو اسلام نے اس قدر اہمیت دی ہے کہ ایسے انسان کو دوسرے کے مقابلہ میں بہتر بتایا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’المومن الذی یخالط الناس ویصبر علی اذاھم افضل من الذی لا یخالطھم ولا یصبر علی اذاھم‘‘ (ترمذی فی الزہد الصحیحہ ۹۳۱) جو مومن انسانوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اوران سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرتا ہے، وہ اس مومن سے بہتر ہے جو نہ لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور نہ ان سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرتا ہے۔

تعلیم کے حصول اور فروغ میں بھی اسلام نے مذہب کے فرق کوآڑے نہیں آنے دیا ہے وہ صحیح وغلط اور نفع بخش اور ضرر رساں علم کی تقسیم تو کرتا ہے لیکن علم حاصل کرنے اور علم پھیلانے میں مذہب کی بنیاد پر فرق نہیں کرتا، رسول اللہ ﷺ نے اس سلسلے میں ایک زریں نمونہ اسوقت پیش فرمایا جب غزوہ بدر میں مکہ کے غیر مسلم قید ہوکر مدینہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جوادائیگی فدیہ کی استطاعت نہیں رکھتے اگر وہ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں تو وہ مدینہ کے دس افراد کولکھنا پڑھنا سکھا کر پروانہ آزادی حاصل کرلیں۔یہ اسلامی تاریخ میں نہیں بلکہ انسانی تاریخ میں شاید پہلی ایسی درس گاہ تھی جہاں تمام کے تمام اساتذہ غیر مسلم تھے اور تمام کے تمام طلبہ مسلم تھے۔

یہ ہیں اسلام کے بے نظیر بین الاقوامی حقوق البشر جن سے چشم پوشی ہی کا نتیجہ ہے کہ آج مشرق سے لے کر مغرب تک غیر اسلامی دنیا میں ہمارے دین عزیز کی تصویر بے حد مسخ ہوچکی ہے۔عوام الناس ہر جگہ ہمارے عظیم مذہب کو دہشت گردی، قتل وغارت گری اورانسانی تباہی کا قائل سمجھتے ہیں۔امریکہ ہو یا یورپ، آسٹریلیا ہو یا افریقہ وایشیا کا کوئی غیر مسلم ملک ہر جگہ لوگ اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کے کردار کے تعلق سے شکوک وشبہات میں مبتلا نظر آتے ہیں۔آج کی دنیا میں جہاں چند ناعاقبت اندیش گروہوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلام پر دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ دشمنوں جیسا سلوک روا رکھنے کے بے جا الزامات لگائے جارہے ہیں۔مسلم غیر مسلم تعلقات سے متعلق مکمل رواداری اور بقائے باہم پر مبنی ان اصولوں اور عملی ضابطوں کو نہ صرف عام کرنا بلکہ انہیں اپنی زندگی میں اتار کر ان کی عملی تفسیر فراہم کرنا بھی از بس ضروری ہے۔

پیروی چاہتا ہے جادۂ قرآن وحدیث
ان صحیفوں کو فقط گھر میں سجامت رکھنا

☆☆☆

اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند شاہکار نمونے

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الهندی للترجمة والتالیف، نئی دہلی

''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ'' کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر اپنے نبی آخر الزماں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی سرٹیفکٹ عطا فرمائی ہے کہ آپ اخلاق کے بلند و بالا مقام و مرتبے پر فائز ہیں۔ سید الکونین جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھلا اخلاق کے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوں بھی کیوں نہیں! آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیر نگرانی نشو ونما اور تربیت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے برجستہ سائل کو مخاطب کر کے کہا: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ'' یعنی کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔ قرآن مجید کے اندر جو کچھ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عملی تصویر تھے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلی مقام و مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں؟ آپ نے اپنی بعثت کا ایک مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''بعثت لأتمم مکارم الأخلاق ''۔ اب جس کی بعثت کا مقصد ہی اخلاق حسنہ کو فروغ دینا، عمدہ عادات واطوار کی ترسیخ ہو تو اس سے بڑھ کر اس روئے زمین پر عمدہ اخلاق کا حامل کون ہوسکتا ہے؟ بلندیٔ اخلاق کے سبب ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے محبوب رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ اور نمونہ قرار دیا ہے۔ فرمایا: ''لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنة'' یعنی تمہارے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین اسوہ ہے۔

یوں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اخلاق، بہتر عادات اور اچھے خصائل کا احاطہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے کیونکہ آپ کی زندگی کا لمحہ بہ لمحہ آپ کے بہتر اخلاق کا آئینہ اور عکاس ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے متعلق کچھ انمول موتیوں کو اس مضمون میں پرو کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس امید سے کہ ہم ان اخلاق حسنہ، خصائل حمیدہ اور عادات ممتازہ کو اختیار کر کے اس دنیا میں بھی خوشحال زندگی گزاریں اور روز قیامت بھی سرخرو اور کامیاب ہوسکیں۔

☆ **اہل خانہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ تعامل**: اسود بن علقمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ تعامل کیسا ہوا کرتا تھا؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: آپ گھر میں اپنے اہل خانہ کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے اور جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو اٹھ کر نماز کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تنہا ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا: ''اپنے کپڑے سل لیا کرتے تھے، اپنے جوتے ٹانک لیتے تھے اور ایک عام انسان اپنے گھر والوں کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے، آپ بھی وہ سبھی کام اپنے اہل خانہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **نوکروں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تعامل**: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سالوں تک خدمت کی۔ اللہ کی قسم! اس دوران رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نا تو کبھی اف کہا اور نا ہی کبھی مجھ سے یہ پوچھا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور یہ کام تم نے کیوں نہیں کیا؟ (متفق علیہ)

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مدت میں کبھی کوئی عیب نہیں لگایا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپ اپنے نوکروں سے ہمیشہ پوچھا کرتے تھے: ''الک حاجة'' یعنی کیا تمہیں کسی چیز کی کوئی ضرورت ہے۔ (مسند احمد، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **بچوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنِ تعامل**: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بہتر اخلاق کے مالک تھے۔ میرا ایک بھائی تھا جس کا نام ابوعمیر تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بطور مزاح فرمایا کرتے تھے: ''یا أبا عمیر! مافعل النغیر!'' یعنی اے ابوعمیر! تو نے جو چڑیا پال رکھی تھی وہ کس حالت میں ہے؟ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوعمیر! اس چڑیا سے کھیلا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام سے بھیجا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جس کام کا حکم دیا ہے، میں اس کو کرنے ضرور جاؤں گا، میں چلا گیا، یہاں تک کہ میں بازار میں کھیلنے والے چند لڑکوں کے پاس سے گزرا۔ اس دوران اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے میری گدی پکڑی۔میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔آپ نے فرمایا:اے انیس! کیاتم وہاں گئے تھے جہاں میں نے کہاتھا،میں نے کہا:جی میں جارہاہوں اے اللہ کے رسول!''۔(صحیح مسلم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے بچوں سے سلام کرتے اور ان کے سروں پرہاتھ پھیرا کرتے تھے۔(سنن نسائی،اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیاہے۔)

☆ **عام لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تعامل**:انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سالوں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت انجام دی اور ہرطرح کی خوشبوئیں سونگھی،لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے بہتر کسی چیز کی خوشبو نہیں پائی۔آپ کی ملاقات جب کسی صحابی سے ہوتی تو آپ اس کے ہمراہ کھڑا ہوجایا کرتے تھے اوراس وقت تک واپس نہیں ہوتے تھے جب تک کہ وہ انسان واپس نہ ہوجاتا۔جب آپ کسی صحابی سے ملتے اور وہ آپ کا ہاتھ تھام لیتا تھا تو آپ بھی اس کا ہاتھ تھام لیا کرتے تھے اورآپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نہیں نکالا کرتے تھے حتی کہ وہ شخص نکال لیا کرتا تھا۔جب آپ کسی صحابی سے ملتے اور وہ آپ کی کان طلب کرتا تو آپ اپنا کان اس سے قریب کردیا کرتے تھے حتی کہ وہ خود وہاں سے ہٹ جاتا تھا۔(متفق علیہ)

☆ **عورتوں کی ضرورتوں کی تکمیل کے تعلق سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ**:انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک خاتون کے عقل میں کچھ فتور تھا۔اس نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**یا أم فلان!خذی فی أی الطریق شئت، قومی فیه حتی أقوم معک ،فخلا معها رسول الله صلی الله علیه وسلم یناجیها حتی قضت حاجتها**'' یعنی اے ام فلان! جس راستے میں چاہو،اپنا کام کرالو،وہاں کھڑا رہنا میں بھی وہاں تمہارے ہمراہ رک جاؤں گا۔چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں کھڑے ہوکر اس سے گفتگو فرمائی حتی کہ اس خاتون نے اپنا کام مکمل کرلیا۔(امام بخاری نے اسے معلقاً جزم کے ساتھ روایت کیا ہے اورسنن ابوداود اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔)

☆ **لونڈیوں کی ضرورتوں کے تعلق سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ تعامل**:انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کی باندیوں میں سے کوئی ایک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پکڑتی اوراپنے کام کی خاطر مدینے میں جدھر چاہتی آپ کو لے جاتی،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں نکالا کرتے تھے۔(سنن ابن ماجہ، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیاہے)

☆ **اللہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فیاضی**:جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی چیز طلب کی گئی ہو،آپ نے اس کے جواب میں''نا''نہیں فرمایا۔(متفق علیہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے نام پر کچھ مانگا گیا تو آپ نے عطا فرمایا۔راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آیا اورآپ نے دو پہاڑوں کے درمیان موجود بکریاں عنایت کی۔چنانچہ وہ شخص اپنی قوم میں واپس گیا اور کہا:اے میری قوم کے لوگو!اسلام قبول کرلو،کیونکہ محمد اس کثرت سے نوازتے ہیں کہ وہ فقروفاقہ سے نہیں ڈرتے۔(صحیح مسلم)

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک انسان محض دنیاداری کے لئے اسلام قبول کرتا تھا،لیکن قبول اسلام کے بعد اسلام اس کی نظروں میں دنیا اور دنیا میں موجود تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوجایا کرتا تھا۔

صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو جب غزوہ حنین کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو اونٹ عطا کئے تو انہوں نے کہا:اللہ کی قسم! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بے حد نوازا ہے۔آپ میری نظروں میں سب سے مبغوض اور ناپسندیدہ انسان تھے لیکن وہ مجھے نوازتے رہے حتی کہ وہ محبوب ترین انسان ہوگئے۔(صحیح مسلم)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خیرات کرنے کے معاملے میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت میں مزید اضافہ ہوجایا کرتا تھا جبکہ آپ سے جبرئیل علیہ السلام ملتے اورآپ کو قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ وخیرات کرنے میں تیز چلنے والی ہوا سے زیادہ سخی ہوجایا کرتے تھے۔(متفق علیہ)

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ لوگ غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے کچھ بدوی آپ کے پیچھے پڑ گئے اورآپ سے سوال کرنے لگے،حتی کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیری کے درخت پر لگا دیا جس میں آپ کی ردائے مبارک پھنس گئی۔اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور فرمایا:''**أعطونی ردائی،فوالله لو کان لی عدد هذه العضاه نعما لقسمته بینکم، ثم لا تجدونی بخیلا و لا کذابا و لا جبانا**''یعنی میری چادر مجھے دے دو،اگر میرے پاس ان کانٹوں کے برابر بھیڑ ہوتے تو میں انہیں تمہارے درمیان تقسیم کردیتا،پھرتم لوگ مجھے بخیل،جھوٹا اور بزدل نہیں پاتے۔(صحیح بخاری)

☆ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کشادہ دلی اور وسعت قلبی:عائشہ رضی اللہ

عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی دو معاملوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان ترین معاملہ کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ پر مبنی نہ ہو۔ اگر وہ گناہ پر مبنی ہوتا تو پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سب سے زیادہ دور رہتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ ہاں، جب اللہ کی حرمت پامال کی جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کے لئے آپ انتقام لیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خاتون اور کسی خادم کو نہیں مارا۔ آپ نے اللہ کی راہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا اور جب آپ کو اذیت دی گئی تو آپ نے اپنے ساتھی سے انتقام نہیں لیا، الا یہ کہ حرمت الٰہی کو پامال کیا گیا ہو۔ (صحیح مسلم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لیا اور سختی سے کھینچا۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر دیکھا کہ سخت کھینچنے کی وجہ سے چادر کے کناروں کا نشان پڑ گیا تھا۔ پھر اس بدوی نے کہا: اے محمد! اللہ کے مال جو آپ کے پاس ہیں، ان میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دے دیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے نوازنے کا حکم دیا۔ (متفق علیہ)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ذوالخویصرہ جو بنوتمیم سے تعلق رکھتا تھا، آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! عدل سے کام لیجئے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: "ویلک ومن یعدل اذا لم أعدل، قدخبت و خسرت ان لم أکن أعدل"، یعنی تم برباد ہو جاؤ، اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر کون انصاف کرے گا۔ اگر میں نے عدل وانصاف کو نہ برتا ہو تو نقصان میرا مقدر رہو۔ یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! اس کے تعلق سے آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں۔ آپ نے فرمایا: "دعه" یعنی اسے چھوڑ دو۔ (صحیح بخاری)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا۔ ایک شخص نے اس موقع پر کہا کہ اس تقسیم سے اللہ کی خوشنودی نہیں چاہی گئی ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے سرگوشی کے انداز میں یہ بات بتادی۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر میں نے خواہش ظاہر کی کہ کاش میں نے یہ بات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بتائی ہوتی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: "قد أوذی موسی بأکثر من هذا فصبر"، یعنی موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی لیکن انہوں نے صبر و شکیبائی کا مظاہرہ کیا۔ (متفق علیہ)

☆ **سرزنش میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمدہ انداز گفتگو**: انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نا تو گالی باز تھے اور نہ بدگو۔ ہم میں سے کسی کی سرزنش کرتے تو آپ کہتے: "ماله؟ تربت یمینه"، یعنی اسے کیا ہوا؟ اس کا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو۔ (صحیح بخاری)

☆ **اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب پسندیدہ و ناپسندیدہ چیزیں دیکھتے تو کیا کرتے؟**: عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پسندیدہ چیز دیکھتے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات"، یعنی ہر طرح کی تعریفیں اس اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس کی خاص نعمت سے اچھائیاں انجام کو پہنچتی ہیں۔ آپ جب ناپسندیدہ چیز دیکھتے تو پھر یہ دعا پڑھتے تھے: "الحمدلله علی کل حال"، یعنی ہر حالت میں اللہ ہی تمام تعریفوں کا سزاوار ہے۔ (سنن بیہقی، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال حیاء داری**: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم باکرہ لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی چیز کو ناپسند کیا کرتے تھے تو ہم آپ کے چہرے کے رنگ کی تبدیلی سے بھانپ لیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا**: سماک بن حرب کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: ہاں، بہت زیادہ، آپ صبح کی نماز کے بعد طلوع شمس کے بعد ہی مصلی (جائے نماز) سے اٹھا کرتے تھے۔ جب سورج طلوع ہو جاتا تو آپ اپنی جگہ سے اٹھتے تھے۔ اس دوران سبھی لوگ گفتگو کیا کرتے تھے۔ جاہلیت کی باتوں کا تذکرہ کرتے اور ہنستے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو سن کر مسکرایا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل بستگی**: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ بھی ہم سے دلبستگی کیا کرتے ہیں؟ آپ نے کہا: "انی لا أقول الا حقا"، یعنی اس حالت میں بھی میں حق کے سوا کوئی دوسری بات نہیں کہتا ہوں۔ (سنن ترمذی، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عفو و درگزر کا نمونہ**: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نجد کے علاقے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ کیا۔ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے جبکہ آپ ایک کانٹوں بھرے وادی میں تھے۔ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا اور اپنی تلوار اس درخت کے کسی ڈالی سے لٹکا دیا۔لوگ وادی میں درختوں کے سایہ کی تلاش میں پھیل گئے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ایک شخص میرے پاس آیا۔میں اس وقت سویا ہوا تھا۔اس نے میری تلوار تھام لی۔اس دوران میری نیند ٹوٹ گئی۔وہ شخص میرے سر کے پاس کھڑا تھا۔میں نے دیکھا کہ وہ تلوار سونتے ہوئے کھڑا تھا۔اس نے مجھ سے پوچھا:''مجھ سے آپ کو کون بچائے گا؟''میں نے کہا: اللہ، یہ سننا تھا کہ اس نے تلوار کو نیام کے اندر ڈال دیا اور بیٹھ گیا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا۔(متفق علیہ)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا آپ پر احد کے دن سے بھی کوئی سخت دن گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا:''میں نے تمہاری قوم سے بے پناہ تکلیفیں جھیلی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ تکلیف جو مجھے پہنچی ہیں وہ عقبہ کے دن کی تکلیف تھی جبکہ میں ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے پاس گیا۔اس نے میری دعوت کو قبول نہیں کیا۔چنانچہ میں غمگین ہو کر وہاں سے چل پڑا۔جب مجھے ہوش آیا تو میں قرن ثعالب میں تھا۔میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر سایہ کئے ہوئے تھا۔میں نے دیکھا تو پتا چلا کہ اس میں جبرئیل علیہ السلام تھے۔انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ جو کچھ کہا اور کیا ہے اللہ نے وہ سب کچھ سنا اور دیکھا ہے اور آپ کی خدمت میں پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔اس نے مجھ پر سلام کیا اور کہا: اے محمد! آپ سے آپ کی قوم نے جو کچھ کہا ہے، اللہ نے اسے سن لیا ہے۔میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔رب تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔اگر آپ چاہیں تو میں ان کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس دوں۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''**بل أرجو أن يخرج الله من أصلابهم من يعبدالله وحده لايشرك به شيئا**'' یعنی بلکہ مجھے تو امید ہے کہ ان کے پیٹھ سے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔

☆ **نبی آخر الزماں جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت اور جواں مردی**: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بہترین تھے۔لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ایک مرتبہ رات کے وقت مدینہ میں لوگ سوئے ہوئے تھے کہ انہوں نے کچھ آواز سنی۔لوگ گھبرا کر اٹھ گئے اور آواز کی طرف نکل پڑے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرانگی کی انتہاء نہیں رہی کہ ادھر سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ رہے تھے۔آپ لوگوں سے پہلے ہی اس آواز کی طرف چلے گئے تھے اور آپ ابوطلحہ کے بغیر زین کسے ہوئے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ کی گردن میں تلوار تھی اور آپ کہہ رہے تھے:''**لم تراعوا، لم تراعوا**'' یعنی لوگو! ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔(متفق علیہ)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ خندق کے دن گڈھا کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آڑے آ گئی۔اس کی شکایت لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور کہا کہ یہ سخت پتھر کا ٹکڑا کھودائی میں آڑے آ گیا ہے۔آپ نے فرمایا:''**أنا نازل**'' یعنی میں اتر رہا ہوں۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے۔اس وقت آپ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے تین دنوں سے کچھ بھی چکھا نہیں تھا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھاوڑا اپنے ہاتھوں میں لیا، چنانچہ وہ چٹان بھربھری تودے کی مانند ہو گئی۔(صحیح بخاری)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب میدان کارزار گرم ہوتا تھا تو اللہ کی قسم ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں خود کو بچاتے تھے اور ہم میں بہادر انسان وہ مانا جاتا تھا جو اس موقع پر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتا تھا۔(صحیح مسلم)

ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ لوگ غزوہ حنین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ براء رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا: لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ فرار نہیں اختیار کی تھی۔(متفق علیہ)

☆ **اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع**: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر اپنے پیچھے کسی انسان کو بیٹھاتے تھے، کھانا زمین پر رکھ کر کھاتے تھے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے اور گدھے کی سواری کیا کرتے تھے۔(اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کی سواری کیا کرتے تھے، اپنا جوتا از خود ٹانک لیا کرتے تھے، قمیص کی رفو کر لیا کرتے تھے، اونی کپڑا پہنتے تھے اور کہا کرتے تھے:''من رغب عن سنتي فليس مني''، یعنی کوئی میری سنت سے اعراض کرے گا تو وہ میری راہ پر نہیں ہوگا۔(مسند ابن عساکر اور شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور خراب قسم کے چربی پر بھی دعوت دی جاتی تھی۔(شمائل ترمذی، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھتے، زمین پر ہی کھاتے، بکریوں کو باندھا کرتے تھے اور جو کی روٹی پر غلاموں کی

دعوت قبول کرلیا کرتے تھے۔(اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نرالا انداز تعلیم**: معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی شخص کی چھینک آئی جس کے جواب میں، میں نے ''یرحمک اللہ'' کہا۔ یہ سن کر لوگ مجھے گھورنے لگے۔ میں نے کہا: تمہاری مائیں تمہیں گم پائیں، تم لوگ مجھے کیوں اس انداز میں دیکھ رہے ہو۔ چنانچہ وہ لوگ اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ کو مارنے لگے۔ جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرا رہے ہیں تو میں چپ ہوگیا۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس واقعہ سے پہلے اور نہ ہی بعد میں آپ سے بہتر انداز میں تعلیم دینے والا معلم دیکھا۔ اللہ کی قسم! مجھے نا تو آپ نے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ مجھے برا بھلا کہا بلکہ ارشاد فرمایا: "**ان هذه الصلاة لايصلح فيها شئ من كلام الناس، انما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن**" یعنی نماز کے اندر لوگوں کی گفتگو درست نہیں ہے۔ یہ نماز تسبیح، تکبیر اور قرآن کی تلاوت سے عبارت ہے۔ یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسی ہی بات کہی۔(صحیح مسلم)

☆ **رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر محبت و شفقت**: انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "**انى لأدخل فى الصلاة أريد اطالتها، فأسمع بكاء الصبى، فأخفف من شدة وجد أمه به**" یعنی میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور اسے لمبی کرنا چاہتا ہوں کہ اس دوران بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں اس بچے کے رونے سے اس کی ماں کو ہونے والی تکلیف کی وجہ سے نماز کو مختصر کردیتا ہوں۔(متفق علیہ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں ہلاک ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا بات ہے؟'' اس نے کہا: رمضان کے روزے کے دوران میں نے اپنی بیوی سے جماع کرلیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایک غلام آزاد کرو''۔ اس نے کہا: اس کی طاقت میرے پاس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر تم لگاتار دو مہینوں کا روزہ رکھو''۔ اس نے کہا: یہ میرے بس میں نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''پھر ستر مسکینوں کا کھانا کھلاؤ''۔ اس نے کہا: یہ میرے بساط میں نہیں ہے۔ اس دوران آپ کے پاس کھجور سے بھرا ہوا ایک ڈول لایا گیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "**خذه فتصدق به**" لو اور جا کر اسے صدقہ کردو۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیا اپنے بال بچوں کے سوا کسی اور پر صدقہ کروں جبکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! مدینہ کے دونوں طنبوں کے مابین مجھ سے زیادہ اس کا کوئی حقدار نہیں ہے۔ یہ سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے حتی کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہوگئے اور آپ نے فرمایا: **خذه**" یعنی پھر خود ہی لے لو۔(متفق علیہ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے کہ ایک بدوی آیا اور اس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کردیا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام نے کہا: رک جاؤ، رک جاؤ۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے کہا: "**لاتزرموه، دعوه**" یعنی اسے پریشانی میں مت ڈالو اور اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے اسے چھوڑ دیا۔ جب وہ پیشاب سے فارغ ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا اور اس سے کہا: "**ان هذه المساجد لا تصلح لشئ من هذا البول ولاالقذر، انما هى لذكر الله عزوجل والصلاة وقراءة القرآن**" یعنی ان مسجدوں میں اس طرح کے پیشاب اور دیگر گندگیوں کو پھیلانا درست نہیں ہے بلکہ یہ تو ذکر الہی، نماز اور تلاوت کلام پاک کے لئے ہیں۔ پھر کچھ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ چنانچہ وہ لوگ ڈول میں پانی لے کر آئے اور انہوں نے اس پر ڈال دیا۔(متفق علیہ)

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلی کے لئے برتن کو جھکا دیتے تھے اور وہ اس سے پانی پی لیتی تھی اور پھر بچے ہوئے پانی سے آپ وضو کیا کرتے تھے۔(سنن ابوداود، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران سب سے پیچھے چلا کرتے تھے اور کمزوروں کو چلنے میں مدد کیا کرتے تھے، انہیں اپنی سواری پر بیٹھا لیا کرتے تھے اور ان کی خاطر دعائیں کیا کرتے تھے۔(سنن ابوداود، اسے شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔)

یہ رہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کچھ اہم اور نرالے پہلو، جس سے آپ کی شخصیت ہمارے سامنے نکھر کر آجاتی ہے کہ آپ کے اخلاق کس قدر بلند اور عظیم تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل سے مشکل حالات اور بے انتہاء خوشی کے لمحات میں بھی اخلاق مندی کو نہیں چھوڑا۔ طائف میں لہولہان ہوئے پھر بھی مجرمین کو معاف کیا اور فتح مکہ کے موقعے پر ظفریاب ہوئے پھر بھی عفو و درگزر جیسی بیش بہا خصلت کو اختیار کرکے "**اذهبوا و أنتم الطلقاء**" کا ندائے عام کرایا۔ اللہ کے رسول کی پوری زندگی صاف و شفاف آئینہ کے مثل ہے کہ اس میں ہم خود کو دیکھ کر اپنی شخصیت کو نکھار سکتے ہیں اور اگر ان عمدہ اخلاق، بہتر خصائل اور اچھے عادات کو اپنی زندگی میں ڈھال لیں تو پھر ہم دنیوی زندگی میں لوگوں کی نظروں میں محبوب بن جائیں گے اور اخروی زندگی میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور پیروی کے طفیل ہمیں کامیابی اور سرخروئی حاصل ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ بار الہا! ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا شیدائی بنادے اور ہمیں آپ کے اخلاق حسنہ و خصائل حمیدہ کو اپنی زندگی میں اپنانے کی توفیق ارزانی فرما۔ آمین **یارب العالمین**۔

☆☆☆

پیش امام کی اہم ذمہ داریاں

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
چیئرمین فیض ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله ، وعلى آله وصحبه ومن والاه، وبعد:

نماز اسلام کا دوسرا رکن، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک، مومن کا معراج اور اسلام وکفر کے درمیان حد فاصل ہے۔

نماز کی ادا کرنے کے بالعموم دو طریقے ہیں:

۱-جماعت کے ساتھ: کچھ نمازیں طاقت رکھتے ہوئے عام مسلمانوں کے ساتھ مسجدوں میں جماعت کیساتھ ادا کرنی ہیں، یہ فرض اور بعض سنت نمازیں ہیں۔

۲-تنے تنہا: یہ تقریبا سنن نوافل نمازیں ہیں، جنہیں مسجدوں میں یا گھروں میں ادا کی جاتی ہیں۔

وہ نمازیں جو جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں ان میں امام کا ہونا اور مقتدیوں کا امام کی اقتدا واتباع کرنا فرض وواجب ہے، امام کی اتباع واقتدا کا یہ عالم ہے کہ اگر امام سے غلطی بھی ہو جائے پھر بھی امام کی مخالفت جائز ودرست نہیں ہے۔

شریعت اسلامیہ میں امامت کی اہمیت پر کافی زور دیا گیا ہے، چاہے وہ امامت عظمی ہو یا امامت صغری، بالخصوص پنجگانہ نماز کی امامت کے احکام واوصاف اور امام کی ذمہ داریاں بہت حد تک مفصل انداز میں بیان کیے گیے ہیں۔

نماز میں امام کی بہت ساری ذمہ داریاں ہیں، جن کا پاس ولحاظ رکھنا امام کی اہم ذمہ داری ہے، ذیل کے سطور میں امام کی کچھ اہم ذمہ داریاں تحریر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں:

پہلی ذمہ داری: امامت کے متفق علیہ شرائط کا امام کے اندر پایا جانا ضروری ہے: علماء کرام نے نصوص کتاب وسنت کو سامنے رکھ کر امامت کے کچھ شرائط متعین کیے ہیں، جن کا امام کے اندر پایا جانا از حد ضروری ہے، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱-امامت کے لیے امام کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

۲-اگر مقتدی میں مرد ہوں تو امام کا مرد ہونا ضروری ہے۔

۳-عقلمند ہونا۔

۴-پاکی کی حالت میں ہونا۔

۵-نماز کے مسائل سے واقفیت بالخصوص نماز کے ارکان وواجبات سے آشنا ہو۔

۶-سورہ فاتحہ اور بعض قرات کی تلاوت پر قدرت رکھتا ہو۔

۷-واضح طور پر شرک اکبر کا مرتکب نہ ہو۔

۸-بدعت مکفرہ کا مرتکب نہ ہو۔

لہذا امام ایسے شخص کو بنانا چاہیے جن کے اندر مذکورہ شرائط بوجہ اتم پائے جاتے ہوں۔

دوسری ذمہ داری: نماز کے احکام ومسائل سے واقفیت: مذہب اسلام نے تعلیم وتعلم پر کافی زور دیا ہے، بلکہ عمل سے پہلے علم کا درجہ بتایا ہے، شریعت اسلامیہ میں بغیر علم کے صحیح مسلمان کا کوئی تصور نہیں، اور کسی عبادت کا صحیح طور پر قبولیت کا امکان بھی نہیں۔

نماز ایک مہتم بالشان عبادت ہے، اس کے احکام ومسائل بہت زیادہ ہیں، لہذا امام کے لیے نماز کے احکام ومسائل کی معرفت وجانکاری صحیح دلیل کی روشنی میں از حد ضروری ہے، تاکہ صحیح طور پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امامت کر سکے اور امامت میں کسی قسم کی کمی وکوتاہی کا امکان نہ ہو۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امامت کی احقیت (سب سے زیادہ حقدار کون؟) بیان کرتے ہوئے فرمایا: »يَؤُمُّ القَومَ أَقرَؤُهُم لِكِتَابِ اللهِ، فَإِن كَانُوا فِي القِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعلَمُهُم بِالسُّنَّةِ، فَإِن كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقدَمُهُم هِجرَةً، فَإِن كَانُوا فِي الهِجرَةِ سَوَاءً، فَأَقدَمُهُم سِلمًا « [صحیح مسلم حدیث:۶۷۳]۔

ترجمہ: سب سے اچھا قرآن پڑھنے والا امامت کرے، اگر قرات میں سب برابر ہوں تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ جاننے والا امامت کرے، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو سب سے پہلے ہجرت کرنے والا امامت کرے، اگر اس میں بھی برابر ہوں تو سب سے پہلے مسلمان ہونے والا امامت کرے۔

بہت سارے علما کرام نے "أَقرَؤُهُم لِكِتَابِ اللهِ" سب سے اچھا قرآن پڑھنے والے کا معنی ومفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ امامت کے لیے اسے آگے کیا جائے جو زیادہ سمجھ رکھتا ہو، اور فقیہ ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: وَقَالَ مَالِك وَالشَّافِعِيُّ وَأَصحَابُهُمَا الأَفقَهُ مُقَدَّمٌ عَلَى الأَقرَإِ لِأَنَّ الَّذِي يَحتَاجُ إِلَيهِ مِنَ القِرَاءَةِ مَضبُوطٌ وَالَّذِي يَحتَاجُ إِلَيهِ مِنَ الفِقهِ غَيرُ مَضبُوطٍ وَقَد يَعرِضُ فِي الصَّلَاةِ أَمرٌ لَا يَقدِرُ عَلَى مُرَاعَاةِ الصَّوَابِ فِيهِ إِلَّا كَامِلُ الفِقهِ قَالُوا وَلِهَذَا قَدَّمَ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ فِي الصَّلاةِ عَلَى البَاقِينَ مَعَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَصَّ عَلَى أَنَّ غَيرَهُ أَقرَأُ مِنهُ وَأَجَابُوا عَنِ الحَدِيثِ بِأَنَّ الأَقرَأَ مِنَ الصَّحَابَةِ كَانَ هُوَ الأَفقَهُ "(شرح مسلم للنووی ۵/ ۱۷۷)۔

ترجمہ: امام مالک اورامام شافعی اوران کے اصحاب کا کہنا ہے حافظ قرآن پر افقہ یعنی جوزیادہ فقیہ ہومقدم ہے؛ کیونکہ قرات میں سے جس کی ضرورت ہےاس پر تو وہ مضبوط ہے،اورفقہ میں سے اسے جس چیز کی ضرورت ہےاس میں اُقرأ مضبوط نہیں،اور ہوسکتا ہے نماز میں اسے کچھ معاملہ پیش آجائے جس کوصحیح کرنے کی اس میں قدرت نہ ہو،لیکن جوکامل فقہ والا ہے وہ صحیح کرلے گا،اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکررضی اللہ تعالی عنہ کونماز میں امامت کے لیے باقی صحابہ پر مقدم کیا حالانکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نص فرمایا ہے کہ صحابہ میں کئی ایک ان سے بھی زیادہ حافظ اور قاری تھے۔اور وہ حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرام میں سے زیادہ جوحافظ وقاری ہوتے وہ افقہ یعنی زیادہ فقیہ بھی ہوتے۔

معلوم ہوا کہ امامت کے لیے امام کا کتاب اللہ کے حفظ وقرات کے ساتھ ساتھ نماز کے احکام ومسائل کا صحیح دلیل کی روشنی میں جاننا ضروری امر ہے۔

تیسری ذمہ داری: درست انداز میں صف بندی کرانا: نماز میں صف بندی کی کافی اہمیت ہے،اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی پر کافی زور دیتے تھے، صف بندی کا حکم متعدد احادیث میں وارد ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں صف بندی سے متعلق ایک باب باندھا ہے" بَابُ إِثمِ مَن لَم يُتِمَّ الصُّفُوفَ" یعنی صف بندی نہ کرنے والے کے گناہ، اس باب کا مفاد یہ ہے کہ صف بندی واجب وضروری ہے اور صحیح سے صف بندی نہ کرنا باعث گناہ ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے: عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، أَنَّهُ قَدِمَ المَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ: مَا أَنكَرتَ مِنَّا مُنذُ يَومِ عَهِدتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: »مَا أَنكَرتُ شَيئًا إِلَّا أَنَّكُم لاَ تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ« [صحیح بخاری حدیث: ۷۲۴]۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے، ان سے سوال کیا گیا: جس دن سے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی ہے آپ نے ہمارے اندر کوئی منکر چیز دیکھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کے علاوہ کوئی منکر چیز نہیں دیکھی کہ تم لوگ اچھی طرح صف بندی نہیں کرتے ہو۔

صفوں کی درستگی اور کیفیت سے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ ایک اور حدیث ذکر کرتے ہیں: عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »أَقِيمُوا صُفُوفَكُم، فَإِنِّي أَرَاكُم مِن وَرَاءِ ظَهرِي، وَكَانَ أَحَدُنَا يُلزِقُ مَنكِبَهُ بِمَنكِبِ صَاحِبِهِ، وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ« [صحیح بخاری حدیث: ۷۲۵]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: صفوں کو درست کرلو، میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں، ہم لوگ اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے اور اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے ملا لیتے تھے۔

صف بندی سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید بعض احادیث پیش خدمت ہے:

۱- عن البراء بن عازب قال: كان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يتخلل الصفوف من ناحية إلى ناحية يمسح مناكبنا وصدورنا ويقول: »لا تختلفوا فتختلف قلوبكم.« وكان يقول: »إن الله وملائكته يصلون على الصفوف المتقدمة« [سنن النسائی حدیث: ۸۱۱]۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ صف کے درمیان داخل ہو جاتے اور صف کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جاتے اور ہمارے سینے اور مونڈھیں کو برابر کرتے ہوئے کہتے تم الگ الگ کھڑے نہ ہوا کرو، ورنہ تمہارے دل ایک دوسرے سے الگ ہوجائیں گے،اور فرماتے: بلاشبہ اللہ تعالی اور اس کے فرشتے پہلے صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

۲- عن النُّعمَان بن بَشِيرٍ، يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُسَوِّي صُفُوفَنَا حَتَّى كَأَنَّمَا يُسَوِّي بِهَا القِدَاحَ حَتَّى رَأَى أَنَّا قَد عَقَلنَا عَنهُ، ثُمَّ خَرَجَ يَومًا فَقَامَ، حَتَّى كَادَ يُكَبِّرُ فَرَأَى رَجُلًا بَادِيًا صَدرُهُ مِنَ الصَّفِّ، فَقَالَ: »عِبَادَ اللهِ لَتُسَوُّنَّ صُفُوفَكُم، أَو لَيُخَالِفَنَّ اللهُ بَينَ وُجُوهِكُم« [صحیح مسلم حدیث: ۴۳۶]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم ہماری صفیں برابر کرتے تھے گویا آپ ان سے تیر کی لکڑی درست فرمارہے ہوتے، اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا جب تک آپ سمجھ نہیں لیتے کہ ہم لوگ آپ سے اس بات کو سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپ آئے اور مصلے پر کھڑے ہوکر تکبیر کہنے والے تھے کہ اتنے میں ایک شخص کو دیکھا جس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا تو فرمایا: اے اللہ کے بندو! تم صفیں ضرور بالضرور برابر کرلو، ورنہ اللہ تعالی تمہارے چہروں کے درمیان مخالفت ڈال دے گا۔

ان احادیث اوران کے علاوہ بہت ساری حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اقامت کے فورا بعد تکبیر تحریمہ نہیں کہتے، بلکہ مقتدی کی طرف متوجہ ہوتے، بسا اوقات صفوں کے اندر داخل ہوتے اور صف درست فرماتے، اور صف کی درستگی کے لیے قول وعمل دونوں کا استعمال کرتے۔

اس لیے ائمہ مساجد کی اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اقامت کے فورا بعد نماز کے

لیے تکبیر تحریمہ نہ کہے بلکہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صف بندی کرائیں اور پھر تکبیر تحریمہ کہیں۔

لہذا بلاتفریق مسلک ومشرب ائمہ مساجد کے لیے ضروری ہے کہ وہ صف بندی سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر غور فرمائیں اور اسی طرح صف بندی کا اہتمام کریں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے تھے۔

چوتھی ذمہ داری: مکمل نماز سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق پڑھائیں: امام کو چاہیے کہ تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک اسی طرح نماز پڑھائیں جس طرح ہمارے قائد ورہبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھایا کرتے تھے، اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ہے: " وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي "[صحیح بخاری حدیث:٦٣١]۔یعنی اسی طرح نماز ادا کرو جس طرح میں ادا کرتا ہوں۔

سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز پڑھنے کے لیے چند اہم چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

١-نماز کے احکام ومسائل میں صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے ضعیف اور موضوع روایتوں سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ صحیح احادیث کی موجودگی میں ضعیف وموضوع روایت پر عمل کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

٢-مسلکی اختلافات سے پرے صحیح وثابت احادیث پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ مسلکی اختلافات کی صحیح وثابت احادیث کی موجودگی میں کوئی اہمیت ووقعت نہیں ہے۔

٣-نماز کی ادائیگی میں اولِ وقت کا خاص خیال رکھا جائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اول وافضل وقت ہی میں نماز ادا کرتے تھے، اور اولِ وقت میں نماز پڑھنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے افضل عمل قرار دیا ہے، فعن أُمِّ فَروَةَ، قَالَت: سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الأَعمَالِ أَفضَلُ؟ قَالَ: »الصَّلَاةُ فِي أَوَّلِ وَقتِهَا«[سنن أبي داود حدیث:٤٢٦ صحیح]۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: سب سے افضل عمل کونسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اول وقت میں نماز ادا کرنا۔

٤-تکبیر تحریمہ سے لیکر سلام پھیرنے تک قیام وقعود، رکوع وسجود، حرکات وسکنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور طریقہ کے مطابق ہو، اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہمیشہ نگاہوں کے سامنے ہونی چاہئے: عَن أَبِي هُرَيرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ المَسجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ، فَصَلَّى، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَرَدَّ وَقَالَ: »ارجِع فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَم تُصَلِّ«، فَرَجَعَ يُصَلِّي كَمَا صَلَّى، ثُمَّ جَاءَ، فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: »ارجِع فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَم تُصَلِّ« ثَلاثًا، فَقَالَ: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالحَقِّ مَا أُحسِنُ غَيرَهُ، فَعَلِّمنِي، فَقَالَ: »إِذَا قُمتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّر، ثُمَّ اقرَأ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ القُرآنِ، ثُمَّ اركَع حَتَّى تَطمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارفَع حَتَّى تَعدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسجُد حَتَّى تَطمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارفَع حَتَّى تَطمَئِنَّ جَالِسًا، وَافعَل ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا« [صحیح بخاری حدیث:٧٥٧]۔

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، آپ کے ساتھ ایک صحابی بھی داخل ہوئے، انہوں نے نماز ادا کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: جاؤ پھر سے نماز ادا کرو، صحابی گئے اور دوبارہ انہوں نے نماز ادا کی اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جاؤ اور پھر سے نماز ادا کرو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ صحابی کو نماز دہرانے کا حکم دیا، اخیر میں صحابی نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے مجھے نماز پڑھنا سکھا دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر جو میسر ہو قرآن کی تلاوت کرو، پھر اطمنان سے رکوع کرو، پھر اعتدال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ، پھر اطمنان سے سجدہ کرو، پھر اعتدال کے ساتھ سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو، اسی طرح پوری نماز ادا کرو۔

آج اکثر نمازی بالخصوص ائمہ مساجد کو دیکھا جاتا ہے نماز میں سنتِ رسول کے مطابق اطمنان وسکون اور تعدیل ارکان کا خیال نہیں کرتے جو نماز کے اہم ارکان میں سے گرچہ نہیں ہے۔تاہم ہمیں ان کا خاص لحاظ رکھنا چاہئے۔

پانچوی ذمہ داری: سورہ فاتحہ کے اخیر میں آمین کہنا: شریعت مطہرہ نے امام ومقتدی دونوں کو " ولا الضالین " کے بعد آمین کہنے کا حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: فعَن أَبِي هُرَيرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا أَمَّنَ الإِمَامُ، فَأَمِّنُوا، فَإِنَّهُ مَن وَافَقَ تَأمِينُهُ تَأمِينَ المَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِهِ – وَقَالَ ابنُ شِهَابٍ – وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: آمِينَ .[صحیح بخاری حدیث:٧٨٠]، اور اس مسئلے میں کوئی مسلکی اختلاف بھی نہیں ہے، لیکن بہت سارے ائمہ مساجد کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ غالبا" ولا الضالین " کے بعد آمین نہیں کہتے، جو خلافِ تعلیمِ رسول ہے۔لہذا ائمہ مساجد کو اس سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا چاہئے۔

چھٹی ذمہ داری: دوران نماز مقتدیوں کا خاص خیال رکھنا: امام کی نماز پڑھاتے وقت ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے پیچھے نمازیوں کا خاص خیال کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: عَن أَبِي هُرَيرَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِذَا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ، فَلْيُخَفِّف، فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ، وَالكَبِيرَ، وَالضَّعِيفَ، وَالمَرِيضَ، فَإِذَا صَلَّى وَحدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيفَ شَاءَ«[صحیح مسلم حدیث:۴۶۷]۔

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی امامت کرائے تو اسے چاہئے کہ نماز ہلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں چھوٹے، بڑے، کمزور، بیمار ہوتے ہیں، البتہ جب تنہا نماز پڑھےتو جیسے چاہے پڑھے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جب نماز حد سے زیادہ لمبی کردی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت معاذ کو ڈانٹ پلائی اور عام نمازیوں کا خیال کرنے کا حکم دیا، فعن جَابِرِ بنِ عَبدِ اللَّهِ: أَنَّ مُعَاذَ بنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُ، كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ يَأتِي قَومَهُ فَيُصَلِّي بِهِمُ الصَّلاَةَ، فَقَرَأَ بِهِمُ البَقَرَةَ، قَالَ: فَتَجَوَّزَ رَجُلٌ فَصَلَّى صَلاَةً خَفِيفَةً، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاذًا، فَقَالَ: إِنَّهُ مُنَافِقٌ، فَبَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلَ، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا قَومٌ نَعمَلُ بِأَيدِينَا، وَنَسقِي بِنَوَاضِحِنَا، وَإِنَّ مُعَاذًا صَلَّى بِنَا البَارِحَةَ، فَقَرَأَ البَقَرَةَ، فَتَجَوَّزتُ، فَزَعَمَ أَنِّي مُنَافِقٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: " يَا مُعَاذُ، أَفَتَّانٌ أَنتَ - ثَلاَثًا - اقرَأ: وَالشَّمسِ وَضُحَاهَا وَسَبِّحِ اسمَ رَبِّكَ الأَعلَى وَنَحوَهَا " [صحیح بخاری حدیث:۶۱۰۶]۔

ترجمہ: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کرتے، پھر اپنی قوم کے پاس جاتے اور انہیں نماز پڑھاتے، ایک دن انہوں نے نماز میں سورہ بقرہ کی تلاوت فرمادی، ایک آدمی جماعت سے الگ ہوکر ہلکی نماز ادا کرلی، اس کی خبر معاذ رضی اللہ عنہ کو لگی، تو انہوں نے کہا: وہ شخص منافق ہے، حضرت معاذ کی بات کی خبر جب اس شخص تک پہنچی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہم لوگ محنت ومشقت کرنے والے لوگ ہیں، اونٹوں سے پانی لایا کرتے ہیں، اور گزشتہ رات معاذ نے ہمیں نماز پڑھائی، نماز میں انہوں نے سورت بقرہ کی قرات کی، جس کے سبب میں الگ ہوگیا، جس کی وجہ سے ان کا خیال ہے کہ میں منافق ہوں، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ! آپ لوگوں کو فتنے میں ڈالنا چاہتے ہیں، تین مرتبہ آپ نے یہ جملہ دہرایا، آپ نے فرمایا: ’’ وَالشَّمسِ وَضُحَاهَا‘‘ ’’ وَسَبِّحِ اسمَ رَبِّكَ الأَعلَى‘‘ یا اس طرح سورت پڑھا کرو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا اندازہ کریں کہ آپ دوران نماز بچوں کے رونے کی آواز سنتے اور نماز ہلکی کردیتے، فعَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: »إِنِّي لَأَدخُلُ فِي الصَّلاَةِ، فَأُرِيدُ إِطَالَتَهَا، فَأَسمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ، فَأَتَجَوَّزُ مِمَّا أَعلَمُ مِن شِدَّةِ وَجدِ أُمِّهِ مِن بُكَائِهِ« [صحیح بخاری حدیث:۷۱۰]۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نماز کے لیے تشریف لاتا ہوں، ارادہ لمبی نماز پڑھانے کا ہوتا ہے، پھر بچوں کے رونے کی آواز سنتا ہوں، جس کی وجہ سے نماز میں تخفیف کردیتا ہوں تاکہ یہ چیز بچے کی ماں پر شاق نہ گزرے۔

لہذا ائمہ مساجد کو چاہیے کہ دوران نماز مقتدیوں کا خاص خیال کریں، ضرورت کے مطابق نماز میں تخفیف اور تطویل کریں۔

ساتویں ذمہ داری: سلام پھیرنے کے بعد مقتدی کی طرف متوجہ ہونا: ائمہ مساجد کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرح متوجہ ہوں، کیونکہ یہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ سلم استمرار کے ساتھ کرتے تھے، جیسا کہ حدیث شاہد ہے، عَن سَمُرَةَ بنِ جُندَبٍ، قَالَ: »كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّم إِذَا صَلَّى صَلاَةً أَقبَلَ عَلَينَا بِوَجهِهِ«[صحیح بخاری حدیث:۸۴۵]، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر ہماری طرف متوجہ ہوتے تھے۔

اس کے علاوہ اور متعدد روایتیں ہیں جن سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرح متوجہ ہوتے۔

لیکن افسوس کہ آج بہت سارے ائمہ کو دیکھا جاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، اور اس غیر سنتی عمل پر مداومت کے ساتھ سینہ زوری بھی کرتے ہیں۔

آٹھویں ذمہ داری: سلام پھیرنے کے بعد وعظ ونصیحت کا اہتمام کرنا: ائمہ مساجد کی سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح طور پر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق نماز ادا کروائیں، لیکن یہی سب کچھ نہیں ہے، بلکہ ائمہ مساجد کو یہ شعور ہونا چاہیے کہ وہ ایک سربراہ اور رہبر ہیں، افراد ومعاشرے کی صحیح رہنمائی ان کی ذمہ داری ہے، وہ شریعتِ اسلامیہ کے احکام ومسائل بحسن وخوبی لوگوں کے قلوب واذہان تک پہنچا سکتے ہیں، دروس کے ذریعہ بھٹکی انسانیت کو راہ راست پر گامزن کرسکتے ہیں۔ وہ نور وہدایت کے سرچشمہ ہیں، علم وہدایت اور امن وآشتی کی نشر واشاعت کی ذمہ داری ان پر سب سے زیادہ عائد ہوتی ہے، مساجد کی آبادکاری کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے خیر سے لوگوں کو آگاہ کرنا ان کا شیوہ ہونا چاہیے۔ ان کے سامنے لوگوں کی ایک جم غفیر ہوتی ہے، لہذا ان کے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کی اصلاح کی کوشش کرنا اولین فرض ہے، نیز اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو مسلح کرنا، ان کے اندر اخوت وبھائی چارہ، عدل ومساوات کا جذبہ پیدا کرنا ان کا فرض منصبی ہے، اور انہیں تمام اسلامی محاسن وخوبیوں سے متصف کرنے کی کوشش کرنا ان کی شرعی ذمہ داری ہے۔

(بقیہ صفحہ ۲۱ پر)

یتیموں کے حقوق

ابوحمدان اشرف فیضی/رائیدرگ

یتیم کی تعریف: وہ معصوم ونابالغ بچہ جس کے والد کا انتقال ہوگیا ہو۔قال ابن السکیت:الیتیم فی الناس من قبل الأب وفی البھائم من قبل الأم ولا یقال لمن فقد الأم من الناس یتیم وقال ابن منظور:والیتیم :فقدان الأب ولا یقال لمن فقد الأم من الناس یتیم[لسان العرب:۱۲/۶۴۵۔۶۴۶] انسانوں میں باپ کے انتقال پر یتیم کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ چوپایوں میں ماں کے انتقال پر، پرندوں میں دونوں کے انتقال پر ”وقال أبو عمرو:الابطاء لابطاء البر عنه ،وهو فی الآدمیین من قِبل الآباء ولا یُتمَ بعد بلوغ وفی البھائم من قبل الأمھات وفی الطیور من جهتهما[تفسیر روح المعانی سورة البقرة:۸۳] یتیمی کی مدت بلوغت تک رہتی ہے یہ اور بات ہے کہ بلوغت کے بعد بھی مجازا یتیم کہہ دیا جاتا ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:لا یُتمَ بعدَ احتِلامٍ[ابو داؤد:کتاب الوصایا،باب ماجاء متی ینقطع الیتم،صحیح الجامع الصغیر:۷۶۰۹]

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر خرچ کرنے کی تاکید: قرآن مجید میں جہاں بہت سارے لوگوں کے حقوق بیان کئے گئے ہیں وہیں یتیم کا بھی حق ذکر کیا گیا ہے،۲۳/آیات میں یتیم کا ذکر ہے، چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

☆وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لاَ تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلاَّ قَلِيلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مِّعْرِضُونَ[البقرة۸۳] اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا،اسی طرح قرابت داروں،یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا،نمازیں قائم رکھنا اور زکوۃ دیتے رہا کرنا،لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑ لیا۔

☆لَّيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّآئِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُواْ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ[البقرة:۱۷۷] ساری اچھائی مشرق ومغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر ،قیامت کے دن پر،فرشتوں پر،کتاب اللہ پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو،جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں،یتیموں،مسکینوں،مسافروں اور سوال کرنے والے کو دے،غلاموں کو آزاد کرے،نماز کی پابندی،اور زکوۃ کی ادائیگی کرے،جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے،تنگدستی،دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے،یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

☆يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ[البقرة:۲۱۵] آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لئے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے اور تم جو کچھ بھلائی کروگے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔

☆وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُوراً[النساء:۳۶] اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں(غلام کنیز)یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔

یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی فضیلت:

☆یتیم کی کفالت پر جنت کی بشارت:عن سهل بن سعد رضی الله عنه عن النبی ﷺ قال:أنا وکافل الیتیم فی الجنة هکذا وقال بإصبعيه السبابة والوسطى[بخاری:کتاب الأدب،باب فضل من یعول یتیما] سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے،اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیان والی انگلی کے درمیان کشادگی فرمایا۔(یعنی قریب ہوں گے لیکن درجات میں فرق وتفاوت ہوگا)

☆من ضم یتیما بین مسلمین فی طعامه وشرابه حتی یستغنی عنه وجبت له الجنة البتة......[ابو یعلیٰ،طبرانی،احمد،صحیح

التـرغـيـب:٢٥٤٣] جس نے کسی یتیم کو(کفالت کرکے)اپنے کھانے اور پینے میں شامل کرلیا یہاں تک کہ وہ اس سے بے نیاز ہوجائے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

☆ابرار کی صفت:إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوراً . عَيْناً يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيراً .يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْماً كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيراً .وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيناً وَيَتِيماً وَأَسِيراً . إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً . إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيراً .فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوراً . وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيراً [الانسان:٥-١١] بیشک نیک لوگ وہ جام پئیں گے جس کی آمیزش کافور کی ہے، جو ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اس کی نہریں نکال لے جائیں گے (جدھر چاہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں طرف پھیل جانے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو، ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکرگزاری، بیشک ہم اپنے پروردگار سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو اداسی اور سختی والا ہوگا، پس انہیں اللہ تعالیٰ نے اس دن کی برائی سے بچالیا اور انہیں تازگی اور خوشی پہنچائی اور انہیں ان کے صبر کے بدلے جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے۔

☆یتیم کے مال کی حفاظت اللہ تعالیٰ کرتا ہے بشرطیکہ اس کا باپ صالح رہا ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر کے واقعے میں ہے:وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْراً [الكهف:٨٢] دیوار کا قصہ یہ ہے کہ اس شہر میں دو یتیم بچے ہیں جن کا خزانہ ان کی اس دیوار کے نیچے دفن ہے، ان کا باپ بڑا نیک شخص تھا تو تیرے رب کی چاہت تھی کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کی عمر میں آکر اپنا یہ خزانہ تیرے رب کی مہربانی اور رحمت سے نکال لیں، میں نے اپنی رائے سے کوئی کام نہیں کیا، یہ تھی اصل حقیقت ان واقعات کی جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا۔

یتیم کی اہانت وتذلیل کی ممانعت: یتیم لائق تکریم اور قابل رحم وکرم ہے، بڑے نادان اور ظالم ہیں وہ لوگ جو یتیم کی ناقدری کرتے ہیں اور ان کی اہانت وتذلیل کرتے ہیں، ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف آیات میں مذمت کی ہے:

☆كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ [الفجر:١٧] ایسا ہرگز نہیں (بلکہ بات یہ ہے) کہ تم (ہی) لوگ یتیموں کی عزت نہیں کرتے۔

☆فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ [الضحیٰ:٩] پس یتیم پر تو بھی سختی نہ کیا کر۔

☆فَذَلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ [الماعون:٢] یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

☆**عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رجلا شكا الى رسول الله ﷺ قسوة قلبه فقال له:ان أردت أن يلين قلبك فأطعم المسكين وامسح رأس اليتيم** [مسند احمد:٢/٢٦٣،الصحيحة:٢/٥٣٣] ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: اگر تو اپنے دل کو نرم کرنا چاہتا ہے تو مسکین کو کھانا کھلا اور یتیم کے سر پر (پیار وشفقت سے) ہاتھ پھیر۔

☆**عن أبي هريرة رضي الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ:اللهم انی أحرج حق الضعيفين اليتيم والمرأة** [سنن ابن ماجه: كتاب الأدب ، باب حق اليتيم،الصحيحة:١٠١٥] اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔

یتیم کا مال کھانے والوں کا انجام: یتیم کی سرپرستی کرنا بڑی امانت داری کا کام ہے، کیونکہ اس کی معصومیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے مال میں خیانت کرنا موجب ہلاکت وتباہی ہے:

☆وَلَا تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُواْ بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولاً [الاسراء:٣٤] اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقے کے جو بہت ہی بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت کو پہنچ جائے اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی بازپرس ہونے والی ہے۔

☆وَلَا تَقْرَبُواْ مَالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ .الآية[الانعام:١٥٢] اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن رشد کو پہنچ جائے۔

☆اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:**يا أبا ذر انی أراك ضعيفا وانی أحب لك ما أحب لنفسي لا تأمرن على اثنين ولا تولين مال يتيم** [مسلم: كتاب الامارة،باب كراهة الامارة بغير ضرورة] اے ابوذر! میں تجھے کمزور دیکھتا ہوں اور میں تیرے لئے وہی پسند کرتا ہوں جو میں اپنے لئے پسند کرتا ہوں (اس لئے تیرے لئے میری نصیحت یہ ہے کہ) تو دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ کسی یتیم کے مال کا نگران بننا۔

☆وَآتُواْ الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَتَبَدَّلُواْ الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حُوباً كَبِيراً [النساء:٢] اور یتیموں کو ان کے مال دیدو اور پاک اور حلال چیز کے بدلے ناپاک اور حرام چیز نہ لو، اور اپنے مالوں کے ساتھ ان کے مال ملا کر کھا نہ جاؤ، بیشک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

☆إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْماً إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِيْ بُطُونِهِمْ نَاراً وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْراً [النساء: ١٠] جولوگ ناحق ظلم سے یتیموں کا مال کھاجاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ ہی بھر رہے ہیں اورعنقریب وہ دوزخ میں جائیں گے۔

☆**عن أبی هريرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله ﷺ :اجتنبوا السبع المؤبقات قالوا یارسول الله وما هن؟قال:الشرک بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق وأكل الربا وأكل مال اليتيم والتولی يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات[بخاری: كتاب الطب:باب الشرک والسحر من المؤبقات،مسلم: كتاب الايمان،باب بيان الكبائر وأكبرها]** ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو،صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کوشریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی ایسی جان کوقتل کرنا جس کواللہ نے حرام کیا ہے،سود کھانا،یتیم کا مال کھانا، کافروں سے لڑائی کے وقت پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا اوربھولی بھالی پاک دامن ایمان دارعورتوں پرتہمت لگانا۔

یتیم کے ساتھ نبی ﷺ اور صحابۂ کرام کا سلوک :

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوی	یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا	بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر وزبر کرنے والا	قبائل کو شیر وشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا	اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

(مسدس حالی)

☆ نبی ﷺ کی اولین دعوت میں یتیموں کا مال کھانے سے منع کرنا بھی تھا،جیسا کہ جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ نجاشی کے سامنے جوتقریر کی تھی اس میں ہے: **كنا قوما أهل جاهلية،نعبد الأصنام وناكل الميتة ونأتی الفواحش ونقطع الأرحام ونسیء الجوار، ياكل القوی منا الضعيف فكنا علی ذلک حتی بعث الله الينا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وأمانته وعفافه فدعانا الی الله لنؤحده ونعبده ونخلع ما كنا نحن نعبد وآباء نا من دونه من الحجارة والأوثان .وأمرنا بصدق الحديث وأداء الأمانة وصلة الأرحام وحسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش وقول الزور وأكل مال اليتيم وقذف المحصنة،وأمرنا أن نعبد الله وحده لا نشرک به شيئا وأمرنا بالصلاة والزكاة والصيام** [مسند احمد:٢٦٥/٣،صحيح ابن خزيمة:١٣/٤،حلية الأولياء:١١٥/١]

☆عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، ہم سخت پیاسے تھے آپ نے ہمیں پانی کی تلاش میں بھیجا، ہم پانی تلاش کررہے تھے کہ ہمیں ایک عورت نظر آئی جو دو مشکوں کے درمیان سواری پر اپنے پاؤں لٹکائے ہوئے جارہی تھی، ہم نے اس سے کہا: پانی کہاں ملتا ہے؟ اس نے کہا پانی یہاں نہیں ہے، ہمارے گھر سے ایک دن ایک رات کے فاصلے پر ہے، ہم نے اس سے کہاتم رسول اللہ ﷺ کے پاس چلو، اس نے کہارسول اللہ کون؟ بالآخر ہم اسے آپ کی خدمت میں لائے، آپ سے وہی باتیں ہوئیں جو ہم سے ہوئی تھیں مزید اس نے کہا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے، پانی کے مشکیزے میں آپ نے برکت کی دعا کی، ہم چالیس لوگ خوب سیراب ہوکر پیئے، اوراپنے تمام مشکیزے بھر لئے، لیکن اس کے مشکیزے میں کچھ بھی پانی کم نہیں ہوا، آپ نے اعلان کیا جس کے پاس کھانے پینے کی جو چیز ہو وہ لاکر جمع کرے، سب جمع کرکے آپ نے اس خاتون کو دیا، جب وہ واپس اپنے گھر لوٹی، اس نے اپنی قوم سے کہا: آج میں سب سے بڑے جادوگر سے مل کر آئی ہوں یا تو وہ واقعی نبی ہے جیسا اس کا اس کی قوم خیال ہے، پھر وہ عورت اسلام لے آئی اوراس کے ذریعہ اس کی قوم بھی اسلام لے آئی۔[**بخاری: كتاب المناقب،باب علامات النبوة فی الاسلام،مسلم: كتاب المساجد ومواضع الصلاة،باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضاء ها**]

اس واقعے میں قابل غور بات یہ کہ جب آپ کومعلوم ہوا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے تو ان بچوں پر رحم کرتے ہوئے آپ نے صحابہ کو تعاون کرنے کا حکم دیا جبکہ آپ ﷺ اورصحابہ کرام حالت سفر میں تھے۔

☆عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی اورعرض کیا کہ اے امیر المومنین! میرے شوہر کی وفات ہوگئی ہے اور چند چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑ گئے ہیں، ان بچوں کو کھلانے کے لئے میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور میں خفاف بن ایماء غفاری کی بیٹی ہوں، میرے والد آپ ﷺ کے ساتھ غزوۂ حدیبیہ میں شریک تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس خاتون کوایک قوی اونٹ پر دو تھیلے غلے اور دیگر ضرورت کی اشیاء دے کر روانہ کیا۔ اور کہا اس کے ختم ہونے سے پہلے اللہ اس سے بہتر تمہارے لئے انتظام کردے گا۔۔۔۔۔[بخاری: كتاب المغازی،باب غزوة الحديبية]

☆عمرۃ القضاء ۷ھ میں جب آپ ﷺ عمرہ کے لئے مکہ گئے اور عمرے سے فارغ ہوکر جب آنے لگے **فتبعته ابنة حمزة تنادی يا عم يا عم**، حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی پیچھے دوڑتی ہوئی اے چچا اے چچا پکارتے ہوئی آئی، علی رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھالیا اور فاطمہ کو دیا، اس یتیم بچی کے بارے میں تین صحابہ لڑنے لگے، ہر ایک کی خواہش تھی کہ اس یتیم بچی کی کفالت میں کروں اور ہر ایک اپنے قریبی رشتے کا حوالہ دے رہے تھے، بالآخر آپ نے جعفر بن ابی طالب کو دیا کیونکہ بچی کی خالہ ان کے

نکاح میں تھیں،اورآپ نے کہا:**الخالة بمنزلة الأم**[بخاری: کتاب المغازی،باب عمرة القضاء]غور کیجئے کہ وہ لوگ جوزمانہ جاہلیت میں بچیوں کوزندہ دفن کردیتے تھے،ان کی پیدائش کواپنے لئے باعث ننگ وعار سمجھتے تھے،وہی زمانہ اسلام میں نبی کریم ﷺ کی تربیت اورایمان دلوں میں راسخ ہوجانے کے بعدبچیوں کی کفالت کواپنے لئے باعث افتخار سمجھتے تھے۔

☆عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ بغیریتیم کے دسترخوان پرکھانانہیں کھاتے تھے،ابوبکربن حفص کہتے ہیں:**أن عبد الله كان لاياكل طعاما الا وعلى خوانه يتيم**[مسند احمد:۱۰۴۷۔صحیح الادب المفرد:باب فضل من يعول يتيما من أبويه]

☆ابولبابہ اورایک یتیم بچے کے درمیان کھجورکےایک درخت کے بارے میں جھگڑا ہوا،مقدمہ نبی ﷺ کی خدمت میں گیا،آپ نے فیصلہ ابولبابہ کے حق میں کیا،یتیم رونے لگا،آپ نے ابولبابہ سے کہا: بچے کودرخت دےدو،ابولبابہ نے انکار کیا،آپ نے کہا:**فأعطه انه ولک مثله فی الجنة**،ابوالدحداح نے وہ کھجورکا ایک درخت اپنے باغ کے بدلےخریدلیااورخدمت نبوی میں حاضرہوکرکہا:**أرأيت ان أعطيت هذا اليتيم هذا العذق ألي مثله فى الجنة ؟قال نعم ،فأعطاه انه** ،اس وقت خوش ہوکرآپ ﷺ نے کہا:**كم من عذق دواح لأبي الدحداح في الجنة**[مسند احمد،صحیح ابن حبان،طبرانی کبیر،**الصحيحة**:۶/۱۱۳۱]

یتیم کی کفالت کی شکلیں: سب سے اعلیٰ وافضل شکل یہ ہے کہ یتیم کواپنا فیملی ممبر بنالیں،گھرکاایک فردہو،اپنے بچوں کے ساتھ اسے بھی اپنی اولاد سمجھ کراس کی تعلیم وتربیت پرتوجہ دیں،اس کی ضروریات پوری کریں،اس کی مکمل کفالت کریں۔

☆دوسری شکل یہ کہ جزوی امدادفراہم کریں،ہماری طاقت کے مطابق یتیموں کی مددکریں اورمختلف شکلوں میں ان کاتعاون کریں۔

☆اگرہمارے قرابت داروں میں کوئی یتیم ہےتو وہ ہمارے تعاون کا زیادہ حقدار ہے،ہم اس کی کفالت کریں،اس کی وجہ سے ہم دوگنا اجر کے مستحق ہوں گے،**أجر القرابة وأجر الصدقة**۔

☆وہ ادارے جہاں پریتیم طلباءوطالبات زیرتعلیم ہیں ان کاتعاون کریں،ان کی تعلیم وتربیت میں حصہ لیں۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یتیموں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔آمین

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۷کا)

اسی لیےہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے سربراہ وسردارمحمدصلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کا خوب اہتمام کرتے اوران تک دین وشریعت کی باتیں پہنچایا کرتے،بالخصوص فرض نمازوں سے سلام پھیرنے کے بعدصحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوتے اورانہیں وعظ ونصیحت فرماتے،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فصیح وبلیغ خطبہ صبح کی نمازکی ادائیگی کے بعد بہت مشہورہے،جیسا کہ حدیث شاہدعدل ہے،حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما بعد صلاة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال رجل: إن هذه موعظة مودع فماذا تعهد إلينا يا رسول الله؟ قال: »أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة، وإن عبد حبشى، فإنه من يعش منكم يرى اختلافا كثيرا، وإياكم ومحدثات الأمور فإنها ضلالة فمن أدرک ذلک منكم فعليه بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين، عضوا عليها بالنواجذ«** [سنن الترمذی حدیث:۲۶۷۶]۔

ترجمہ:ایک دن صبح کی نماز کے بعدرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فصاحت وبلاغت سے پرُنصیحت فرمائی جس سے ہماری آنکھوں سے آنسونکل پڑےاورہمارے دل دہل گئے،ایک آدمی نے کہا کہ یہ الوداعی نصیحت ہے، اے اللہ کے رسول!ہمیں کن چیزوں کی وصیت کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تقوی الہی اورسمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں گرچہ تمہاراامام حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو،تم میں سے جولوگ میرے بعدزندہ رہیں گےوہ بہت زیادہ اختلافات دیکھیں گے،تم لوگ دین میں نئ نئ چیزوں سے اجتناب کرنا،کیونکہ یہ صریح گمرہی ہے،اگرکسی کویہ چیزلاحق ہوتواسے چاہیے کہ میری اورہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع وپیروی کرے،اوراسے مضبوطی سے تھام لے۔

اس کےعلاوہ بہت ساری روایتوں میں فرض نمازوں کے بعدآپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعظ ونصیحت کرنا ثابت ہے،لہٰذا ائمہ مساجدکوچاہیے کہ اسوہ رسول ﷺ کو اپناتے ہوئے ضرورت کے تحت وعظ ونصیحت اوردرس وتدریس کا خوب اہتمام کریں،بالخصوص اگرمعاشرہ میں یامسجد کےاندرکوئی منکراورغلط چیزرونماہوتواس کی اصلاح کی کوشش کریں۔

ائمہ مساجدکی یہ چنداہم ذمہ داریاں ہیں جن کاپاس ولحاظ رکھناضروری ہے، اللہ رب العالمین سے دعاہے کہ ہم ائمہ مساجدکوان ذمہ داریوں کی ادائیگی کی توفیق دے،اورتمام مسلمانوں کومسلکی اختلافات سےدورہوکرہرمسئلے میں خالص کتاب وسنت پرعمل کرنے کی توفیق دے۔آمین تقبل یارب العالمین۔

☆☆☆

طاقتور مربی بچوں پر چلاّتے نہیں

تحریر: سحر شعیر
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

مربیوں خاص طور پر ماؤں کا بچوں پر چیخنے چلانے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کا رویہ عام ہے حالانکہ بچوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ انتہائی خراب ونقصاندہ مانا جاتا ہے۔ بچوں کے شعور ونفسیاتی تحفظ پر ڈانٹ وڈپٹ کے برے اثرات اس قدر زیادہ ہیں کہ ماہرین تربیت، خراب تربیت کے سلسلے میں اسے سرفہرست شمار کرتے ہیں۔

مربی بچوں پر کیوں چلاتاھے ؟: اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس نے مؤثر تعلیم وتربیت کے اطوار وانداز سیکھے ہی نہیں ہیں اور موروثی انداز واطوار جن پر اس کی اپنی تربیت ہوئی ہے ان پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے اس سلسلے میں کچھ مزید جاننے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ چنانچہ خود بخود اسی انداز کو اپنے بچوں پر بھی روا رکھتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی جذباتی، جلد باز اور بے صبرا ہوتا ہے تو کسی کام کا حکم دیتے ہوئے اور منع کرتے ہوئے ہر غلطی پر شعوری یا غیر شعوری طور پر چیختا چلاتا ہے بجائے اس کے کہ وہ بچے کے لئے اس کی بڑھتی اور ترقی کرتی ہوئی صلاحیتوں اور قدرتوں کے پیش نظر ایک مدت تک چھوٹ اور مہلت دے۔

مربی کا بوجھ اس کی چیخ کو جواز پیش نہیں کرتا:

ماں باپ پر روزہ مرہ زندگی میں بڑھتے ہوئے مسائل ومشکلات کا جو دباؤ ہے اس کی ہم قدر کرتے ہیں لیکن ہمیں یہ سوال تو کرنے ہی دیجئے کہ آپ لوگ کس کے لئے مسائل ومشکلات جھیل رہے ہیں اور فکر مند ہیں؟ یہ محنت وجانفشانی کس کے لئے ہو رہی ہے؟ کیا یہ سب اولاد کے لئے نہیں ہو رہا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ تربیت جیسے اہم اور مقدس ترین کام کے لئے دولت کمانا، بچوں کو کھلانا، پلانا، پہنانا اور صحیح وغلط کی چیخ چلا کر اور غصہ میں تلقین کرنا کافی ہے؟

یہ چیزیں بچوں میں ہمارے تئیں عدم قبولیت کا مزاج پیدا کرتی ہیں اور انہیں دائمی تناؤ نیز اپنے قریب ترین یعنی ماں باپ سے بھی بدترین توقعات وابستہ کرنے کا ماحول بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح بار بار بچوں کے سامنے چیخنے چلانے کا اسلوب ان کے نفسیاتی تحفظ اور احساسات کے استحکام کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔

مربی کا بچوں کے سامنے چیخنے چلانے کا انداز الٹے اس کی اپنی شخصیت کو کمزور کرتا ہے اور اس کے وسائل وذرائع کو کمزور اور افلاس کا شکار کر دیتا ہے۔ جن طریقوں کو مربی استعمال کرتا ہے وہ جب جب سختی اور تشدد کا روپ دھاریں گے تو وہ اس بات پر دلالت کریں گے کہ مربی کو ان بہت سارے اسالیب کا علم نہیں ہے جن کو استعمال کر کے وہ اپنے بچوں کی صحیح رہنمائی اور ان کے تشخص کا احترام نیز ان سے دورہ کر ان کی بے عزتی اور توہین سے بچ سکتا تھا۔

بچوں پر چیخنے سے منفی اثرات کیسے مرتب ہوتے ہیں؟:

۱۔ بچوں سے برتاؤ میں چیخنے چلانے کا رویہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے گھر میں کشیدگی کا ماحول پیدا ہوتا ہے اور اس سے ہر اس شخص کو تکلیف پہنچتی ہے جو گھر میں رہتا ہے۔ ساتھ ہی بے چینی کے نفسیاتی مریض پیدا کرنے کے لئے مناسب ماحول پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ بچوں کے سامنے ہمیشہ چیخنا چلانا شرارتی نسل پیدا کرتا ہے جو تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور بسا اوقات جارحیت کے اوصاف سے متصف ہوتی ہے۔ ایک سو دس امریکن خاندان جن کے بچوں کی عمر تین سے پانچ سال تھی ان کا مطالعہ کیا گیا تو اٹلانٹا کے نفسیاتی علوم کے ادارے نے اس مطالعہ کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

اس مطالعہ سے ثابت ہوا کہ لازمی طور پر شرارتی اور چنچل بچے کی شخصیت کا عصبی ماں جو ہمیشہ چیختی چلاتی رہتی ہے اور غصہ کی حالت میں دھمکی بھرا انداز اختیار کرتی سے گہرا تعلق ہے۔ اس مطالعے کے مطابق شرارتی بچے سے مراد وہ بچہ ہے جس میں صبر نہیں پایا جاتا اور جس کے اندر دشمنی، سرکشی اور دوسروں حتی کے والدین کے تئیں بھی جارحیت کی علامات پائی جاتی ہیں۔ بلکہ وہ ڈانٹ کھا کر بھی بیٹھتا نہیں بلکہ اپنے کسی بھائی بہن کے ساتھ کھیل کود کے لئے دوبارہ تیار ہو جاتا ہے۔

جارجیا میں میڈیکل کالج کے ڈاکٹر فرینک ٹریبر کا کہنا ہے: ’’موجودہ مطالعہ کے نتائج نے پہلے سے مشہور معلومات میں مزید اضافہ کر دیا ہے کہ ان بچوں کی اگر بچپنے ہی میں مدد نہ کی جائے تو وہ اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں۔ ایسے بچے اس بات سے واقف ہی نہیں ہوتے کہ وہ کیسے اپنی توانائی وصلاحیت کو مفید کاموں میں لگائیں۔ بلکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو آپسی لڑائی جھگڑے، بھائیوں، دوستوں اور بسا اوقات اپنے ماں باپ کے ساتھ بھی جارحانہ کھیل کود میں استعمال کرتے ہیں۔‘‘

اس مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلا کہ جو ماں اپنے بچے کے سامنے غصے کا اظہار چیخنے

چلانے یا بیہودہ اور گندے الفاظ کے استعمال سے کرتی ہے وہ اپنے بچے کو شرارتی بنادیتی ہے۔اس مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچے کی شخصیت کو بنانے میں باپ سے زیادہ ماں کے غصے کا اثر قوی ہوتا ہے۔

ماھرین تربیت کی نصیحتیں: مربی حضرات وخواتین! جب ہمیں یہ بات معلوم ہوہی گئی ہے کہ بچے کی نفسیات پر چیخنے چلانے کے نقصاندہ اثرات مرتب ہوتے ہیں اوراس سے اس کے مزاج پر دوررس اثرات پڑتے ہیں تو ہم ماہرین تربیت کی نصیحتوں کا ایک گلدستہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو آپ کو بچے کی بہتر تربیت اوراس رویہ کو خیر باد کہنے میں مدد ومعاون ہوگا:

لقمان حکیم کی وصیت: آپ ہمیشہ لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو چال میں میانہ روی اختیار کرنے،آواز پست رکھنے اوربغیر ضرورت آواز نہ بلند کرنے کی نصیحت کو یاد رکھئے،جس کا ذکر قرآن کریم میں بایں الفاظ کیا گیا ہے:وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ (لقمان:۱۹) ترجمہ:"اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست کر یقیناً آوازوں میں سب سے بدتر آواز گدھوں کی آواز ہے۔"امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: باہم گفتگو میں آواز بلند کرنا ایک قبیح فعل ہے۔(تفسیر قرطبی) اس کے اندر لعنت وملامت،ڈانٹ،ڈپٹ،لڑائی جھگڑا سب شامل ہے۔اس قرآنی خوشگوار اصول کی بناپر ہی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایسے شخص سے فرمایا جو آپ کی مجلس میں بلند آواز سے گفتگو کررہا تھا:"اپنی آواز پست رکھو کیونکہ آدمی کو اتنی آواز کافی ہے جسے سنا جاسکے۔"(تاریخ بغداد)

اللہ کی پناہ مانگنا: بچے کو ایسی حرکت کرتے دیکھیں جس سے غصہ آئے تو مردود شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہیں،اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں اور بچے کو غلطی کرنے سے منع کریں اور جو کام بگاڑا ہے،اس کی اصلاح کریں۔ بچے سے غلطی کرتے وقت مخاطب ہوں تو دعائیہ کلمات ادا کرتے رہیں مثلاً کہیں ھَدَاکَ اللّٰہُ (اللہ تجھے ہدایت دے) غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ (اللہ تجھے معاف کرے) اَصْلَحَکَ اللّٰہُ (اللہ تیری اصلاح فرمادے) وغیرہ

تربیتی ترجیحات: ترجیحات کی تعیین کریں اور تربیتی نقطۂ نظر سے جو اہم ہے یا کم اہم ہے اسے الگ کریں۔کیونکہ ہر کام جس کا ماں باپ بچوں سے مطالبہ کرتے ہیں جھگڑے یا بحث وتکرار کا متقاضی نہیں ہوتا۔کچھ چیزیں گفت وشنید سے حل ہوسکتی ہیں اور اس لائق نہیں ہوتیں کہ جو ماں باپ کو برانگیختہ کریں۔مثلاً کون سا کھانا بننا چاہئے،بچہ کپڑوں کا کون سا اسٹائل اختیار کرے۔البتہ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں معاملہ متعین ہے اور گفت وشنید نہیں ہوسکتی۔

خاموشی اختیار کرنا: اپنی بات واپس لے لینا اور خاموشی اختیار کرنا،چیخنے چلانے یا اعصاب پر کنٹرول کھودینے کا بہترین تربیتی متبادل ہے۔مربی جب جذبات کی رو میں بہتا ہے اور غصے سے بے قابو ہوجاتا ہے تو اس کے چہرے کے خط وخال متغیر ہوجاتے ہیں اور مربی مزید سخت اور درشت ہوجاتا ہے،کبھی کبھار تو جارحانہ الفاظ اوراول فول بکنے لگتا ہے۔یا ایسی حرکت کربیٹھتا ہے جس پر بعد میں شرمندگی وپشیمانی ہوتی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ جب غصے میں ابال آئے اور سر گھومنے لگے یا غصہ پھٹ پڑنے کا اندیشہ ہوتو محاذ آرائی سے پیچھے ہٹ جائے اور جس پر غصہ آرہا ہے اس سے صرف اتنا کہے کہ میں اس وقت بہت غصے میں ہوں اور مقابلہ یا محاذ آرائی نہیں کرنا چاہتا۔اس سے یہ ہوگا کہ بچہ اپنے نفس ہی کو جھنجھوڑے گا اور اسے ہی ملامت کرے گا۔مربی کو اس بات سے نہیں ڈرنا چاہئے کہ اس سے اس کی پسپائی یا کمزوری کا پیغام جائے گا کیونکہ اکثر بچے جلد ہی یہ سمجھ جاتے ہیں کہ وہ غلطی پر تھے چنانچہ وہ اپنا رویہ بدل لیتے ہیں اور معذرت کرلیتے ہیں اوراس طرح طوفان خیریت سے ٹل جائے گا۔ان شاءاللہ

بچوں کی نفسیات پر چیخنے چلانے کا اثر: بچوں پر ماں باپ کا چیخنا چلانا اثر انداز ہوتا ہے۔چونکہ یہ روزمرہ زندگی کا حصہ ہے اس لئے مربی اسے معمولی سمجھتا ہے حالانکہ بچوں کی نفسیات اور گردوپیش رہنے والے لوگ اور ماحول متاثر ہوتے ہیں۔اس سے مربی اور بچے کے درمیان جو زندگی بھر رہنے والا تعلق ہے اس پر بھی منفی اثر پڑتا ہے۔اس سے یہ بھی ہوگا کہ بچہ اپنے دوستوں اور گردوپیش کے لوگوں کے ساتھ جارحانہ انداز روا رکھے گا اور جب بڑا ہوگا تو کوئی بھی اونچی آواز اس کے بچپنے کے منفی احساسات کو زندہ کردے گی۔

بچوں کے سامنے چیخنے چلانے کا ایک منفی اثر یہ بھی ہے کہ یہ برتاؤ ان کی گھٹی میں پڑجاتا ہے پھر وہ اسے اپنے خاندان یا مدرسے کے چھوٹے بچوں پر استعمال کرنا شروع کردیتے ہیں۔اور یہ رویہ بڑے ہونے کے بعد بھی جاری وساری رہتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اس وقت اس کی زد میں بڑے بھی آنے لگتے ہیں۔چنانچہ ہم ایک لڑکی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے ماں باپ اور اولاد کے سامنے چلاتی ہے اور فطری بات ہے کہ اس وقت اگر ہم اسے روکیں گے تو اس کا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ ہم نے اس کی تربیت اسی ماحول میں کی ہے اس وقت ہمارے سمجھنے اور سمجھانے کا یہی ذریعہ تھا۔

☆☆☆

قانون کو ہاتھ میں نہ لیں

نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری

اسلام دین فطرت ہے۔ یہ امن وامان اور سلامتی کا مذہب ہے۔ اس کی بقاء کے لئے اس نے مختلف قسم کی سزائیں مقرر کی ہیں۔ جب قانون سخت ہوگا تو جرائم کم ہوں گے، پر اگر قوانین ڈھیلے ہیں اور ان کی تنفیذ نہیں ہوتی ہے تو سماج جرائم کا اڈہ بن جائے گا۔

جرائم کی سزاؤں کو حکومت نافذ کرے گی، اسلام لوگوں کے دل و دماغ کو جرائم سے پاک رکھنا چاہتا ہے اس لئے اس نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ جب کسی طرح کا حد جاری کیا جائے تو لوگ وہاں رہیں اور اس کا مشاہدہ کریں۔

جرم چاہے اسلامی ملک میں ہو یا غیر اسلامی ملک میں، غیر حکومتی آدمی مجرم کو سزا نہیں دے سکتا۔ اس کی پوری کارروائی تھانہ اور کچہری کی نگرانی میں ہوگی اور مختلف مراحل سے گذرے گی۔

دنیا میں جو اقلیات ہیں ان میں حدود کی تنفیذ نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی فرد یا جماعت کسی جرم یا اہانت رسول کی بابت جوش میں آکر کسی کو قتل کرے گا یا کروائے گا جنہوں نے حدود میں غلطی کی ہے وہ توبہ کریں۔ یقیناً اہانت رسول کی سزا قتل ہے۔ اسلامی ممالک اس کی تنفیذ کریں گے۔ دنیا میں اقلیات مسلمہ اس کی تنفیذ نہیں کرے گی اس پر بیان بازی نہیں کرے گی، کسی کے سر پر انعام نہیں رکھے گی۔ بلکہ دعوتی تقاضا یہ ہے کہ ایسے فرد یا جماعت کا پتہ لگا کر ان کو ان کی زبان میں قرآن، سیرت، اسلامیات پر تحفہ میں کتاب دیں جس نکتہ پر اہانت کی ہے اس کو واضح کریں اور اس پر اس کی زبان میں کتاب دیں اگر وہ دوسرے ملک میں ہے تو وہاں کی اسلامی تنظیموں سے رابطہ کر کے اس کو کتاب ارسال کریں۔ اس کا نمبر مل جاتا ہے تو رسول کے اخلاق یا جس نکتہ کے بارے میں اس نے زبان درازی کی ہے اس پر میسیج بھیجیں۔

لوگ اہانت رسول کو لے کر جذباتی ہو جاتے ہیں اور اپنا دعوتی کردار بھول جاتے ہیں، بڑی بڑی بولیاں بولنے لگتے ہیں جو بعد میں پریشانی کا باعث بن سکتی ہیں آج (۸/نومبر ۲۰۱۹ء) میں نے اورنگ آباد محمدی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیا عنوان تھا ''رسول اکرم کا اخلاق'' میں نے شروع ہی میں اس نکتہ پر ترکیز کیا کہ موجودہ دور میں اور خصوصی طور پر ان ایام میں رسول اکرم اور اسلام کی سوشل میڈیا پر نشانہ بنایا جارہا ہے۔ یہ منصوبہ کے تحت ہے۔ دشمن فساد چاہتا ہے۔ اس لئے مسلمان سمجھداری کا ثبوت دیں۔ اپنے نوجوانوں کی حفاظت کریں، اشتعال میں نہ آئیں اور نہ ہی کسی کو مشتعل کریں اور نہ قانون ہاتھ میں لیں اور کوئی غلط حرکت نہ کریں کہ خود بھی پریشان ہوں اور اپنے گھر والوں اور مسلمانوں کو پریشان کریں۔

میں نے خطبہ دیا اور مقررہ وقت پر ختم کر دیا۔ نماز کے بعد ایک صاحب آئے اور رسول کی اہانت کرنے والے کی سزا پر بہت بحث کی۔ ان کے دماغ میں شاید یہی بات بیٹھی تھی کہ اس کو قتل کرنا باعث ثواب ہے۔ اور اسے کہیں بھی قتل کر سکتے ہیں انہوں نے حضرت عمر کا حوالہ دیا کہ ایک صحابی کو قتل کر دیا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا حوالہ دیا اسود عنسی، مسیلمہ کذاب وغیرہ کا ٹیڑھے میڑھے انداز میں نام لیا۔ اور غلط استدلال کیا۔

میں نے مختصر میں اسلامی مملکت اور غیر اسلامی مملکت اور اس کے کردار کی وضاحت کی، بتایا کہ غیر اسلامی ملک میں بلکہ اسلامی ملک میں بھی کوئی بھی آدمی قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ پوری تفصیل کے باوجود وہ قطعاً مطمئن نہیں ہوئے وہ تحریکی ذہن کے تھے۔ دماغ میں کافی اشتعال بھرا ہوا تھا لیکن گفتگو سنجیدہ کی۔ اور ذہن میں کافی تشویش لے کر گئے۔

میں نے رات اسی مسجد میں گذاری۔ سنیچر کی صبح کو فجر کے بعد بیٹھے تھے ایک صاحب نے کہا کہ آپ کچھ بول دیجئے لوگ آپ ہی کا انتظار کر رہے ہیں میں نے اسی نکتہ کو مزید واضح کیا اور بتایا کہ بعض ناسمجھ علماء عوام کو بھڑکا دیتے ہیں میں نے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا واقعہ بتایا کہ احناف نے تین دن تک عرس ابوحنیفہ منایا اور اہل حدیثوں کو بہت کچھ کہا چوتھے دن مسجد مبارک میں مولانا امرتسری نے اپنا پروگرام رکھا، مقررہ وقت پر یہ جیسے ہی تانگہ سے اترے ایک نوجوان نے ناگہانی حملہ کر دیا اور ان کو گنڈا سے سر پر مارا اور دوسرا وار چہرہ پر کیا۔ مولانا امرتسری زمین پر گر پڑے ایک قادیانی ڈاکٹر نے آپ کا علاج کیا اور اللہ کی توفیق سے ایک مدت کے بعد شفایاب ہوئے۔

اس مختصر درس میں اس تحریکی فکر کا ایک آدمی مشتعل ہو گیا اور پوری بات سننے اور مدعا کو سمجھنے کی بجائے زور زور سے بولنے لگا، کھڑا ہو گیا اور بولتے بولتے مسجد سے نکل گیا، میں نے نرمی کے ساتھ بہت سمجھایا کہ میرے پاس بیٹھو اور پوری بات سنو

اور سمجھو، اتفاق واتحاد کی بات تو ہم بھی کرتے ہیں اور وہی کر رہے ہیں لیکن عوام میں سے کسی کو کسی دینی یا سیاسی اختلاف کی وجہ سے کسی پر ہاتھ اٹھانے کا حق نہیں ہے وہ آدمی لاحول ولاقوۃ پڑھ کر مسجد سے نکل گیا۔عوام حیران تھی کہ یہ شخص کیا بک رہا ہے۔

سعودیہ عربیہ میں ایک پاکستانی نے ایک پاکستانی اہل حدیث کو چاقو مار دیا اور وہ مرگیا۔قاتل پکڑا گیا۔قاضی نے پوچھا کہ تم نے کیوں قتل کیا؟ تو اس نے برملا کہا کہ میرے عالم نے کہا ہے کہ وہابی کو قتل کردو۔جنت میں جاؤگے۔یہی تصور اس شخص کو بھی دیا گیا تھا جس نے امرتسری رحمہ اللہ پر حملہ کیا تھا۔اس کا نام قمر بیگ تھا کہ ایک وہابی کو قتل کردو سوشہید کا ثواب ملے گا۔

اگر ایسے ہی قانون عوام کے ہاتھ میں دیدیا جائے تو امن وامان کا کیا حال ہوگا؟ روز سیکڑوں واقعات ہوتے رہیں گے اور جس کو چاہیں گے قتل کریں گے اور جس کو چاہیں گے زمین کھود کر زندہ گاڑ دیں گے۔

ایک صاحب نے بتایا کہ اورنگ آباد میں نہ تو کسی ہندو نے مسلمان کو قتل کیا ہے اور نہ کسی مسلمان نے ہندو کو۔پر 70 مسلمانوں نے 70 مسلمانوں کا قتل کیا ہے۔ اور ان کے سیکڑوں لوگ جیل میں ہیں اور ستر خاندان تباہ ہو رہے ہیں یہ بھی جہالت اشتعال اور ناسمجھی کا نتیجہ تھا۔

ہندوستان میں بریلوی حضرات اہل حدیثوں اور دیوبندیوں کو گستاخ رسول کے پاداش میں واجب القتل تصور کرتے ہیں۔اس سے قطع نظر کہ وہ جرم ہے یا نہیں اور گستاخی ہے یا نہیں اور انہوں نے سمجھانے کے لئے کیا کردار ادا کیا ہے؟

مزعومہ گستاخی کی بابت انہوں نے کسی اہل حدیث سے بحث نہیں کی۔خود ہی مدعی، خود ہی گواہ اور خود ہی جج۔ستم یہ ہے کہ یہ حضرات بحث ومناقشہ کے لئے سامنے نہیں آتے۔

میں یہ کہوں گا کہ جناب! مسلمانوں کی اتنی بڑی تعداد کو اسلام سے کیوں خارج کرتے ہیں؟ آپ آیئے، ہمیں دعوت دیجئے، ہمیں قرآن اور حدیث کے حوالے سے سمجھایئے، ہم آپ کی ساری باتیں مانیں گے جس کو آپ گستاخی تصور کرتے ہیں کیا واقعی میں وہ گستاخی ہے؟ اس پر بھی بحث کرلیں گے آپ ہمارے خطبوں کو سنیئے ہمارے جلسوں میں آیئے۔ہماری مساجد میں آیئے، ہم آپ کے جلسوں میں آئیں گے آپ کی باتیں سنیں گے آپ کی مساجد میں آئیں گے اور آپ کا درس قرآن اور درس حدیث سنیں گے۔اگر کوئی بات قرآن وحدیث یا صحیح عقیدہ کے خلاف ہے تو مناسب انداز میں ہم سوال بھی کریں گے۔زبان میں مٹھاس پیدا کریں اور تقاریر میں تحقیقی باتیں پیش کریں اور آپ بھی ہم سے مناقشہ کریں۔اگر کوئی سرپھرا کسی کو ڈوز دیدے اور کہہ دے کہ یہ وہابی ہے ایسا کرو اور پھر ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔یہ غلط ہے یہ حرام ہے، یہ قتل ہے، یہ باعث ثواب نہیں، بھلے ہی عقیدے کا اختلاف ہے یا اہانت رسول کا مرتکب ہے لیکن کوئی عام آدمی قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔

جن لوگوں نے قمر بیگ کو سبز باغ اور سوشہید کے ثواب کا خواب دکھلایا تھا سب زمین دوز ہوگئے، کسی نے اس کا مقدمہ نہیں لڑا اس کے بچوں کو ایک کپ چائے نہیں پلائی (میری معلومات کی حد تک)

اس تصویر کا دوسرا رخ نہایت تابناک ہے امرتسری صاحب نے سختی سے روکا تھا کہ قمر بیگ پر مقدمہ نہ کیا جائے۔پر کردیا گیا کچھ مجبوریاں بھی رہی ہوں گی۔ انگریزوں کا زمانہ تھا۔ڈیڑھ سال کے بعد کلکتہ سے قمر بیگ گرفتار ہوا اور اسے چار سال کی سزا ہوئی۔

قمر شادی شدہ تھا اور اس کے بچے تھے۔ان کی کمائی کا ذریعہ یہی تھا۔امرتسری صاحب اس کی بیوی کا ماہانہ ۵۰ روپیہ ایک ڈاکٹر کے ذریعہ بھجواتے رہتے تھے۔چار سال کے بعد جب قمر بیگ جیل سے باہر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ تمہارا خرچ کیسے چلتا تھا؟ اس نے بتایا کہ ایک ڈاکٹر صاحب ہر مہینہ پچاس روپیہ دے جاتے تھے۔یہ ان کا شکریہ ادا کرنے گیا۔اس ڈاکٹر نے کہا کہ دراصل یہ پیسہ مولانا امرتسری صاحب دیا کرتے تھے۔حالانکہ امرتسری صاحب نے سختی سے منع کردیا تھا کہ میرا نام نہ بتانا۔

سوشہید کا ثواب دلانے والے آنکھیں بند کرکے بیٹھ گئے۔ادھر قمر بیگ کی آنکھیں کھل گئیں۔دل جاگ گیا۔اس نے توبہ کی۔سمجھ گیا کہ بریلویت کیا ہے؟ اس نے اپنا عقیدہ بدلا، تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلا گیا۔

موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد اور جنگ تعلیم وتربیت ہے۔اور لوگوں کو اتباع کتاب وسنت کی دعوت دینا۔تعلیم کے لئے جاگ جائیں۔اشتعال میں نہ آئیں۔ اختلاف کے باوجود محبت برقرار رکھیں۔مسلمانوں کے خلاف جاسوسی نہ کریں اور انھیں بے جا مقدمات میں نہ پھنسائیں۔

جذباتی لوگ جیلوں کی زیارت کریں۔ ہندوستان کی مختلف جیلوں میں ۵۶ ہزار کے آس پاس نوجوان اور مسلمان قید ہیں، ان کو جا کر دیکھیں، ان سے پوچھیں کہ دن رات کیسے کٹتے ہیں؟ ان کے گھر جا کر ان کی ماں سے ملیں، ان کی بیویوں سے، بچوں سے یہ لوگ کیسے زندگی گذارتے ہیں اور ماں، بیوی کے آنچل ان کے آنسوؤں سے کس طرح تر ہوتے ہیں اور وہ سونی اور اداس زندگی کیسے بتاتی ہیں۔جذباتی بیانات اور اقدامات بند کریں، شرعی اصولوں کو اپنائیں۔الیس منکم رجل رشید۔حقیقی اسلام کو سمجھیں۔

☆☆☆

تحیۃ المسجد - آداب واحکام

عبدالحکیم عبدالمعبود مدنی

نماز ایک عظیم الشان عبادت ہے اور مساجد عبادت الٰہی کے لئے وہ مراکز ہیں جہاں انسان پاک وصاف ہوکر انتہائی ادب اور سلیقہ کے ساتھ حاضری دیتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہی اسلام کی حقیقی تعلیم ہے اور رسول اکرم ﷺ کا طریقہ واسوہ ہے۔

یوں تو اسلام نے مساجد میں آنے سے پہلے ہی اس کی تیاری اور اس کے لئے صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے لیکن مسجد میں حاضری کا وقت بہت ہی اہم ہوتا ہے اسلام نے مسجد میں حاضر ہونے اور پہنچنے کے بعد جو احکامات دیئے ہیں وہ مساجد کی اہمیت اور ان کے مقام ومرتبہ اور عظمت شان وتقدس مکان کو اجاگر کرتے ہیں۔

انہیں جملہ آداب واحکام میں سے مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرنا اور بغیر انہیں ادا کئے نہ بیٹھنے کا حکم شرعی بھی ہے۔

ذیل میں تحیۃ المسجد کے آداب واحکام کے تعلق سے چند نکات پیش خدمت ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حق بات سوچنے، سمجھنے، بولنے اور لکھنے کی توفیق دے اور اس پر ہم سب کو عمل پیرا بنادے۔ آمین

تحیۃ المسجد کا حکم: تحیۃ المسجد جمہور علماء کے نزدیک مستحب ومندوب ہے اور ظاہریہ کے نزدیک واجب وضروری ہے۔ محققین علماء کے یہاں تحیۃ المسجد کا واجب ہونا ہی راجح اور صحیح دلائل کے موافق ہے۔ فرمان رسول ہے۔

اذا دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یصلی رکعتین

کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو نہ بیٹھے یہاں تک کہ دو رکعت ادا کرلے دوسری روایت میں ہے **فلیرکع رکعتین قبل أن یجلس** کہ بیٹھنے سے پہلے چاہیے کہ دو رکعت ادا کرلے۔ (بخاری ومسلم عن ابی قتادہ)

فلیرکع میں امر وجوب کے لئے ہے اور اس کی تائید **فلا یجلس** کہ بغیر دو رکعت پڑھے نہ بیٹھے والی روایت اور اسی طرح سلیک غطفانی کو جمعہ کے دن دوران خطبہ مسجد میں تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم دینے والی روایت کرتی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

امام صنعانی لکھتے ہیں کہ **أقول ھذا ھو الصواب وایجابھا ھو الجاری علی مقتضی الأوامر والنواھی** میں کہتا ہوں کہ یہی درست قول ہے اس کا واجب کرنا ایسی بات ہے جو (شرعی) اوامر ونواہی کے مطابق ہے۔ (حاشیہ الصنعانی علی شرح ابن دقیق العید ۴/۴۶۸)

امام خطابی اور علامہ شوکانی بھی اس کے قائل ہیں (نیل الاوطار ۳/۲۷۹)

شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۲/۴۱۲)

البتہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے تحیۃ المسجد کے سنت مؤکدہ ہونے کا فتوی دیا ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز ۴/۳۴۲)

اوقات نہی میں تحیۃ المسجد ادا کرنے کا حکم:

اوقات منہی عنہا میں تحیۃ المسجد کے تعلق سے علماء کے دو اقوال ہیں۔

(۱) ان اوقات میں تحیۃ المسجد ادا کی جائے گی امام شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن القیم نے اس کی تائید کی ہے۔

(۲) ان اوقات میں دوسری نمازوں کی طرح تحیۃ المسجد کا بھی ادا کرنا جائز اور درست نہیں ہے احناف اور مالکیہ کا یہی مذہب ہے اور امام احمد کی ایک روایت ہے۔

راجح اور صحیح قول پہلا ہے اس لئے کہ ذوات الاسباب نمازوں کا وہ نمازیں جو کسی سبب کی وجہ سے ادا کی جاتی ہیں منہی عنہ اوقات میں ادا کرنا جائز اور درست ہے کیونکہ اگر انہیں سبب پائے جانے کے بعد مؤخر کردیا جائے گا تو حصول ثواب سے آدمی محروم ہوجائے گا اور علماء کا صحیح قول بھی یہی ہے کہ ذوات الاسباب نمازوں کا ادا کرنا ہر وقت جائز ہے چاہے اوقات نہی ہو یا نہ ہو فجر کے بعد ہو یا عصر کے بعد۔

(مجموع فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۲۳/۱۲۸/۱۹۹/۲۱۰/۲۱۷، اعلام الموقعین ۲/۳۲۲، فتح الباری ۲/۵۹، فتاوی شیخ ابن باز ۴/۳۴۱، ۳۳۵)

خطبہ جمعہ کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنے کا حکم:

خطبہ جمعہ کے دوران اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ دو ہلکی رکعتیں ادا کرے گا تاکہ خطبہ سن سکے۔

اذا جاء احدکم یوم الجمعة وقد خرج الامام فلیصل رکعتین

کہ جب تم میں کوئی آدمی جمعہ کے دن آئے اور امام نکل چکا ہو خطبہ کے لئے تو چاہیے کہ دو رکعت ادا کرے۔ دوسری روایت میں ہے **فلیرکع رکعتین ولیتجوز فیھا** کہ دو رکعت ادا کرے اور ان دونوں کے ادا کرنے میں تخفیف کرے (بخاری ومسلم عن جابر) شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ حدیث اس مسئلہ میں نص صریح ہے اس کی مخالفت جائز اور درست نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ابن باز ۴/۵۰۱)

(بقیہ صفحہ ۲۹ پر)

طب و صحت

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس نمبر 18

سینے میں درد

سینے کا ہر ایک درد ہارٹ اٹیک Heart Attack نہیں ہوتا، یہ بہت سے دوسرے اسباب سے بھی ہوسکتا ہے جیسے معدے میں تیزابیت وغیرہ وغیرہ، لیکن اگر آپ ادھیڑ عمر کے ہیں یا بوڑھے ہیں تو مناسب یہی ہے کہ اپنے سینے کے درد کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔

سینے میں درد، اگر دل کی وجہ سے ہے تو اس کو 'این جائی نا' Angina کہا جاتا ہے، اس کو ہارٹ اٹیک بھی کہا جاسکتا ہے۔ سینے میں درد کے علاوہ بھی 'این جائی نا' کی دوسری علامات ہوسکتی ہیں، جیسے:

جلن، سینے میں گھٹن کا احساس، دباؤ اور جھنجھناہٹ۔ جلن، دباؤ، اور جھنجھناہٹ کا احساس جبڑے، گردن، بائیں کاندھے اور بازو تک پہنچ جاتا ہے۔

تیز تیز چلنے، چلانے، غصہ کرنے، وزن اٹھانے، سیڑھیاں چڑھنے اور محنت کرنے سے بھی ''این جائی نا'' (دل کا درد) کا حملہ ہوجاتا ہے لیکن آرام کرنے اور ''سار بی ٹریٹ'' یا ''آئی سارڈل'' گولی (5mg یا 10mg) زبان کے نیچے رکھنے سے چند منٹ ہی میں یہ تکالیف ختم ہوجاتی ہیں، لیکن گولی عارضی طور پر ہی اثر کرتی ہے۔

دل کا درد: دل کو خون سپلائی کرنے والی رگوں (شرائین یا شریانوں Arteries) کے سکڑ جانے (کولیسٹرول جمع ہونے کی وجہ سے شریانیں تنگ ہوجاتی ہیں) یا ان میں تھکّا Clot بن جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر ''این جائی نا'' دل پر دستک دے چکا ہے تو فوری طور پر:

☆ دل کے ڈاکٹر (Cardiologist) سے مشورہ کریں، دیر نہ کریں، اس کا علاج دیسی ادویہ سے ممکن نہیں اس لیے صرف ایلو پیتھک علاج مناسب ہے۔

اپنے طور پر ان اصولوں پر عمل کریں:

☆ سگریٹ، بیڑی، تمباکو نوشی بند۔ ☆ دیسی گھی، انڈا، چھوٹا بڑا گوشت، مکھن، وناسپتی گھی، سرسوں، تلوں وغیرہ کا تیل، چاول بند۔ ☆ ٹینشن سے حتی الامکان بچیے۔ ☆ صرف پرندوں کا گوشت استعمال کریں۔ ☆ سویابین یا سن فلاور کا تیل استعمال کریں۔ ☆ صبح وشام چہل قدمی کریں۔ ☆ سبزیاں اور چھلکے والی دالیں کھائیں۔ ☆ چائے، کافی استعمال نہ کریں۔ ☆ دودھ، بالائی اتار کر استعمال کریں۔ ☆ مرچ، مصالحے کم استعمال کریں۔ ☆ تیز چلنے، وزن اٹھانے، سیڑھیاں چڑھنے اور محنت مشقت سے بچیں۔ ☆ سادہ زندگی بسر کریں۔ ☆ شکر کم استعمال کریں۔ ☆ مٹاپا کم کریں، اگر دبلے ہوں تو وزن بڑھنے نہ دیں۔

اور ☆ گولی ''آئی سارڈل'' کا ''سار بی ٹریٹ'' ہمیشہ اپنے پاس رکھیں۔

☆ گولی ڈِس پرین Dyspirin روزانہ ایک عدد لیا کریں۔

پتا گوبھی

ہر جگہ پائی جانے والی سبزی ہے، سلاد کے طور پر استعمال کریں یا سبزی بنا کر کھائیں، پتا گوبھی دونوں طرح فائدہ مند ہے۔

اس میں:

☆ پانی	19.10	پرسنٹ
☆ کاربوہائیڈریٹ	5.30	پرسنٹ
☆ پروٹین	2.60	پرسنٹ
☆ کیلشیم، لوہا، فاسفورس	2	پرسنٹ

پائے جاتے ہیں، اور ان کے علاوہ:

☆ وٹامن اے (A) ☆ وٹامن بی (B) ☆ وٹامن سی (C) بھی ہوتے ہیں۔

پتا گوبھی: ☆ جلد کو تر وتازہ بنائے رکھتی ہے اور اس پر وقت سے پہلے جُھریاں نہیں پڑتیں۔ ☆ خون کے سرخ دانوں R.B.C. میں اضافہ کرتی ہے۔ ☆ مقوی قلب ہے۔ ☆ کھانسی میں مفید ہے، بلغم کی پیدائش روکتی ہے۔ ☆ گردوں میں پتھری بننے میں مانع ہوتی ہے۔ ☆ خون کی رگوں میں کولیسٹرول جمع ہونے نہیں دیتی اور بالواسطہ طور پر دل کو صحتمند رکھتی ہے۔ ☆ شکر کی بیماری میں مفید ہے۔ ☆ وجع المفاصل (گٹھیا) کو بھی ٹھیک کرتی ہے۔

نوٹ: لیکن یہ اثرات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب اس کی ترکاری کافی دنوں تک متواتر استعمال کی جائے۔

☆ پتا گوبھی، تھوڑی سی مقدار میں پیس لیں اور ہموزن شہد خالص ملا کر، چہرے پر لیپ کرلیں۔ پھر 20 منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔ دس پندرہ روز تک، روزانہ ایک بار یہی عمل کریں، چہرے کی خشکی دور ہوگی، اور جلد کی جھریاں کم ہوں گی۔

ضروری ہدایت: یہ عمل ہر ماہ، دس پندرہ روز تک، کئی ماہ کریں، تب مثبت وصحت بخش اثرات مرتب ہوں گے۔

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

بھدوہی کی ممتاز ومقتدر شخصیت اور معروف شاعر وتاجر جناب الحاج شرافت حسین وزیری کا انتقال

دہلی: ۳۰/نومبر ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے بھدوہی کی ممتاز ومقتدر دینی، ملی وسماجی شخصیت، معروف شاعر وادیب اور مشہور قالین تاجر جناب الحاج شرافت حسین وزیری کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو بڑا دینی، علمی، ادبی، قومی، ملی اور جماعتی خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے فرمایا کہ جناب الحاج شرافت حسین وزیری صاحب جن کا گذشتہ شب دو بجے دہلی کے ایمس ہاسپٹل میں بعمر 87 سال انتقال ہوگیا، نہایت ہی نیک، دیندار، پرہیزگار اور خصائل حمیدہ سے متصف، پابند شرع اور نہایت ہی مخلص وغیور، نامور اہل حدیث اور بھدوہی کے معروف دینی وتجارتی خاندان وزیری کے سرپرست تھے۔ دعاء واذکار کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے اور حسب مراتب عزیزوں، رشتہ داروں، دوست واحباب اور علماء کرام اور عوام وخواص کے لیے باالتزام وباہتمام دعائیں کرتے تھے۔ ایسے وقت میں جب کہ عام لوگوں کی غفلت کا عالم یہ ہے کہ اپنی ذات تک کو فراموش کردیا ہے اور اپنے لیے بھی دعا کی توفیق نہیں ملتی چہ جائیکہ اپنے خویش و اقارب، دوست واحباب اور عوام وخواص کے لیے دعا کریں، شرافت حسین وزیری کی شخصیت اس حوالے سے غنیمت وممتاز تھی۔

امیر محترم نے فرمایا کہ الحاج شرافت حسین وزیری صاحب اردو زبان وادب کے ماہر، عروضی، قادر الکلام اور کہنہ مشق شاعر تھے۔ رونق تخلص فرماتے تھے۔ ان کا مجموعہ کلام "احساس کی خوشبو" شائع ہو چکا ہے۔ پاکیزہ تصورات وخیالات اور اسلامیات میں ڈوبی ہوئی نظمیں کہتے تھے، خصوصا نعت گوئی کی باریکی ونزاکت کو نبھاتے تھے۔ عقیدہ کی پختگی اور مقام رسالت سے واقفیت ووارفتگی کی وجہ سے کبھی بھی افراط وتفریط اور غلو کا شکار نہیں ہوئے۔ ان کی نعتیں محبت رسول کی حقیقی آئینہ دار ہوتی تھیں۔

انہوں نے مزید کہا کہ یوں تو نیا بازار بھدوہی اور چہار بنگلہ خصوصا وزیری خاندان اپنے متنوع دینی مزاج، اخلاقی برتاؤ، سماجی خدمات، تجارتی امتیازات، خاندانی رکھ رکھاؤ، قومی وملی یکجہتی وغیرہ خصوصیات کی وجہ سے اپنے جدامجد کے زمانہ ہی سے بہت ہی ممتاز گردانا جاتا ہے لیکن شرافت وزیری صاحب کی زندگی کی مختلف خصوصیات انفرادیت کی شکل اختیار کرگئی تھیں۔ آپ کے بڑے بھائی جناب اشفاق وزیری مرحوم جہاں اپنی ذات میں ایک انجمن تھے وہاں جماعت خصوصا جمعیت کے سلسلے میں آپ کی کوشش اور فکرمندیاں لائق تعریف وتحسین تھیں۔ جمعیت کے پلیٹ فارم سے جو موجودہ ہمہ جہت کارنامے انجام پائے ہیں۔ اوراس کی ایک طرح سے جونشاۃ ثانیہ ہوئی ہے اس میں اشفاق وزیری صاحب اور دیگر مخلصین کا ذمہ داران خصوصا مجھ ناچیز "امیر جمعیت" کے ساتھ جس طرح کا پرخلوص تعاون اور جدوجہد تھی وہ لائق ستائش ہے۔ شرافت وزیری صاحب بھی آخری عمر میں جماعتی کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا مجھ ناچیز سے بڑی محبت کرتے تھے اور دعاؤں میں یاد رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی آل واولاد کی دینی تربیت فرمائی، یہی وجہ ہے کہ سب اپنی اعلی تعلیمی وتجارتی اور منصبی مصروفیات کے باوجود دینی وملی کاموں میں پیش پیش رہتے ہیں۔ الحاج شرافت وزیری صاحب ادھر کچھ دنوں سے صاحب فراش تھے ان کا علاج مختلف پرائیویٹ ہاسپٹلوں کے علاوہ ایمس میں ہوا اس دوران آپ کے تمام ہی فرزندگان، بھتیجے، خویش واقارب اور دوست احباب مکمل طور سے تیمارداری میں لگے رہے۔ لیکن موت کا وقت متعین ہے آج ۳۰/نومبر کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آج سہ پہر بذریعہ ہوائی جہاز ان کو آبائی وطن بھدوہی لے جایا گیا جہاں آج بعد نماز عشاء ان کی تجہیز وتدفین عمل میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ پسماندگان میں نو بیٹے جناب ارشد وزیری، جناب نجمی وزیری جج دہلی ہائی کورٹ، جناب فرحت وزیری، جناب عشرت وزیری، جناب انتخاب وزیری، جناب فیروز وزیری، جناب فضل وزیری، جناب انیس وزیری، جناب ضیاء وزیری، اکلوتی بیٹی، بھتیجے اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالی انکی مغفرت کرے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ پسماندگان خصوصا صاحبزادے جناب ارشد وزیری صاحب اور ان کے دیگر آٹھ بھائیوں، اکلوتی بیٹی، داماد، بھتیجوں، دیگر اہل خانہ اور پورے خاندان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران واراکین نے بھی ان کے ورثاء سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعاگو ہیں۔ امیر محترم جنازے میں شرکت اور تعزیت کے لیے بھدوہی کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔

(۲)

معروف مربی ومعلم مولانا عبدالرقیب اثری مرحوم کی اہلیہ اور مولانا محمد احمد سلفی کی والدہ ماجدہ کا انتقال پرملال

دہلی: ۳/دسمبر ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی کے سابق ناظم مولانا عبدالقادر انور بستوی مرحوم کے

برادر خورد معروف مربی ومعلّم اور عالم دین مولانا عبدالرقیب مرحوم سمراوی اثری کی اہلیہ محترمہ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن مولانا محمد احمد سلفی کی والدہ ماجدہ کے اچانک انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور پسماندگان ومتعلقین سے دلی تعزیت کی ہے۔

مولانا عبدالرقیب سمراوی مرحوم کی اہلیہ محترمہ کل مورخہ ۲؍دسمبر ۲۰۱۹ء کو تقریبا چار بجے شام اتر پردیش کی مردم خیز بستی سمرا میں بعمر ۷۰ سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا محمد احمد سلفی صاحب بھدوہی میں امیر محترم کے ساتھ کئی تقریب اور تعزیت کے بعد دہلی واپس ہورہے تھے کہ یہ اندوہناک خبر ملی اور وہ دہلی کا سفر ملتوی کرکے پرتاپ گڑھ سے سمرا کے لئے روانہ ہوگئے۔ جہاں اپنی والدہ ماجدہ کے آخری دیدار اور تجہیز وتکفین اور تدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ مرحومہ نیک، خوش اخلاق اور پابند صوم وصلوۃ خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بچوں کی اچھی تربیت کی۔

آج بعد نماز ظہر سمرا، سدھارتھ نگر، یوپی کے قبرستان میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز جنازہ میں مقامی وضلعی جمعیات اہلحدیث سدھارتھ نگر، صوبائی جمعیت اہل حدیث مشرقی یوپی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کئی ذمہ داران کے علاوہ دینی مدارس وجامعات اور معاہد ومساجد خصوصا جامعہ خیر العلوم ڈومریا گنج، جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، جامعۃ الفاروق الاسلامیہ وندوۃ السنہ اٹوابازار، کلیۃ الطیبات ڈومریا گنج، جامعہ اسلامیہ دریاباد کے بہت سارے علماء وذمہ داران اور خطباء ومقررین مثلاً مئو کے معروف تاجر وعالم دین مولانا اقبال احمد محمدی، مولانا محمد ابراہیم مدنی، مولانا عبدالمنان سلفی، مولانا شمیم احمد مدنی، مولانا عبدالمعین مدنی، ڈاکٹر لیث محمد مکی، مولانا محمد مستقیم سلفی، مولانا ذاکر عباس مدنی وغیرہ کے علاوہ سمرا اور اطراف وجوانب کی بستیوں سے علماء وعوام کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ جبکہ نیپال کی مرکزی وقدیم درسگاہ جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر کے شیخ الحدیث مولانا خورشید احمد سلفی، وکیل الجامعہ اور مکی ومدنی علماء اور اساتذہ ومدرسین کے علاوہ نیپال سے بہت سے لوگ شریک جنازہ تھے۔ چونکہ مولانا عبدالرقیب سمراوی علاقے کے بڑے معلم ومربی تھے اس لیے ان کے شاگردوں کی بھی بڑی تعداد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

پسماندگان میں مولانا محمد احمد سلفی کے علاوہ تین بیٹے محمد خان، محمد ارشد خان اور اسعد خان، دو بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے، پسماندگان خصوصا مولانا محمد احمد سلفی، ان کے بھائیوں، بہنوں اور دیگر خویش واقارب کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی، ناظم مالیات ودیگر تمام ذمہ داران وکارکنان بھی مولانا محمد احمد سلفی، ان کے بھائیوں بہنوں اور خویش واقارب کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔ ☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۶ کا)

اذان کے وقت مسجد میں پہنچنے والا اذان کا جواب دے گا یا تحیۃ المسجد ادا کرے گا:

(۱) بعض علماء کے نزدیک اذان کے وقت مسجد میں پہنچنے والا تحیۃ المسجد ادا کرے گا اذان کا جواب نہیں دے گا اس لئے کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور تحیۃ المسجد کا پڑھنا واجب ہے واجب کو مستحب پر مقدم کیا جائے گا۔

(۲) بعض دیگر علماء کے نزدیک ایسی صورت میں دونوں فضیلتوں کو حاصل کرنا بہتر چنانچہ اذان کے وقت مسجد پہنچنے والا انتظار کرے گا اور اذان کا جواب دیگا یہاں تک کہ مؤذن فارغ ہوجائے اذان ختم ہونے کے بعد پھر تحیۃ المسجد ادا کریگا (المغنی لابن قدامہ ۲/ ۸۹، فتح الباری ۲/۹۳)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے دوسرے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ وہ کھڑا رہے اور اذان کا جواب دے پھر اس کے بعد سنت ادا کرے تا کہ دونوں سنتوں کے درمیان جمع کرسکے لیکن اگر کوئی سنت ادا کرلیتا ہے اور اذان کا جواب نہیں دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ خلاف اولی ہے اس لئے کہ اس طرح اذان کے جواب میں وارد فضیلت سے محروم ہوجائے گا۔ (مجموع فتاوی شیخ ابن باز ۴/ ۱۷۵)

فرض نماز شروع ہونے کے بعد تحیۃ المسجد ادا کرنے کا حکم:

باجماعت فرض نماز شروع ہونے کے بعد یا مؤذن کے اقامت شروع کرنے کے بعد تحیۃ المسجد ادا نہیں کی جائے گی۔ حدیث رسول۔

اذا أقیمت الصلاۃ فلا صلاۃ الا المکتوبۃ کہ جب فرض نماز کے لئے اقامت ہوجائے تو سوائے فرض نماز کے کوئی نماز نہیں۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

البتہ اگر کوئی شخص نماز شروع ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہوا اور تحیۃ المسجد شروع کردے یا کوئی بھی نفل شروع کردے تو کیا وہ فرض نماز شروع ہونے کی وجہ سے نفل کو توڑ دے گا؟

اس سلسلے میں راجح اور صحیح قول یہ ہے کہ اقامت کے وقت نماز توڑ دے گا اگر ایک رکعت پوری باقی رہ گئی ہے اس لئے کہ نماز کی سب سے کم مقدار ایک رکعت ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ لا صلاۃ بعد الاقامۃ الا المکتوبۃ اس لئے جائز نہیں ہے کہ اقامت کے بعد ایک رکعت ادا کرے لیکن اگر فرض نماز کے لئے اقامت ہوا اور آدمی دوسری رکعت کے سجدہ یا تشہد میں رہے تو نماز مکمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شیخ الحدیث عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۳/ ۵۰۱) اور یہی فتوی شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا بھی ہے کہ آخری رکعت میں اگر رکوع کرچکا ہے تو رکعت مکمل کرکے نماز میں شریک ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی شیخ ابن باز رحمہ اللہ ۴/۳۳۱)

☆☆☆

الھدی کیمپس کولکاتہ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اعلی سطحی وفد کاورود مسعود:

طلبہ کی تربیت کا تعلق اساتذہ کی روحانیت سے ہے: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند دہلی کے اعلیٰ سطحی وفد کی آمد پر جامعہ الہدی الاسلامیہ (ہوڑہ) کے کیمپس میں ایک ترحیبی پروگرام منعقد ہوا جس کا آغاز طالب توحید طرف دار کی تلاوت کلام پاک سے ہوا مدیر جامعہ مولانا ذکی احمد مدنی نے تشریف لائے مہمان وفد کا شکریہ ادا کیا اوران کے لیے چند تہنیتی کلمات ادا کیے۔اس کے بعد یکے بعد دیگرے طلبہ وطالبات نے عربی اورانگریزی زبانوں میں اپنا پروگرام پیش کیا۔پروگرام ذاتی تعارف، ادعیہ اورتقاریر پر محیط تھا۔پھر مولانا ہارون سنابلی (ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند) کودعوت دی گئی جنھوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ہندوستان میں بہت سے مدارس واسکولز دیکھے مگر یہاں جودینی وعصری علوم کا حسین اورکامیاب امتزاج ہے وہ کہیں اور بہت کم دیکھا گیا۔

ناظم عمومی کے بعد خازن جمعیت جناب وکیل پرویز صاحب بچوں سے مخاطب ہوئے۔آپ نے اپنی گفتگو میں تعلیم کے ساتھ تربیت پر کافی زور دیا اور کہا کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ اپنے اساتذہ کی عزت وتوقیر نہ کرے۔ نیز انہوں نے بچیوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ کسی گھر سے اگر ایک فرد تعلیم لیتا ہے تو اس کا فائدہ اس کی ذات کے ساتھ سمٹ کر رہ جاتا ہے لیکن بچی کا تعلیم یافتہ ہونا پوری نسل کے تعلیم یافتہ ہونے کی ضمانت بن جاتا ہے۔

اس کے بعد امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کودعوت دی گئی۔انہوں نے فرمایا کہ تعلیم موثر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اساتذہ کرام میں روحانیت پائی جائے،اس لیے کہ اس کا تعلق طلبہ کی ایسی تربیت سے ہے کہ اس کے بغیر تعلیم کا کوئی مفہوم نہیں بنتا بلکہ تعلیم بغیر تربیت کے بے معنی رہ جاتی ہے اوراپنا اثر کھودیتی ہے۔محترم نے مسلم قوم کی تعلیمی بدحالی پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ امت جولفظ اقراء کے ذریعے برپا کی گئی،اسی کی حالت آج ایسی ہے کہ وہ پڑھنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔اس پروگرام میں تمام اساتذہ ومعلمات نے شرکت کی۔(ابوارریبہ تیمی)

بجرڈیھہ ،بنارس میں دین رحمت کانفرنس سے علماء کاخطاب:

دین رحمت ہی سارے جہاں کیلئے سراپا رحمت ہے: مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

بنارس: جمعیت الشبان المسلمین بنارس کی جانب سے ۲۴/نومبر ۲۰۱۹ء کو ایک روزہ عظیم الشان دین رحمت کانفرنس کا انعقاد بجرڈیہہ واقع حاجی محمد یاسین ماروتی کے میدان میں کیا گیا۔کانفرنس عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوئی اور نصف رات کے ڈھائی بجے اختتام پذیر ہوئی۔خاصیت یہ تھی کہ شروع سے آخر تک لوگ اپنی جگہ پر بیٹھ کر خاموشی سے علماء کی تقریر سنتے رہے۔میدان کے تینوں جانب مکانوں میں بھی بہت ساری خواتین بھی خاموشی سے تقریر سن رہی تھیں۔حالانکہ خواتین کے لئے بھی کانفرنس کے نزدیک مدرسہ عائشہ میں پردے کا معقول انتظام تھا۔اس میں بھی بڑی تعداد میں خواتین موجود تھیں۔

جماعتی خبریں

پروگرام کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔اس کے بعد محمد ہارون کیفی نے نعت پڑھ کر پروگرام کو حسین اور چار چاند بنایا۔پھر حافظ سعید الرحمٰن نے جمعیت کا ترانہ پیش کرکے ماحول کو اور خوشگوار بنایا۔ترانہ جمعیت کے بعد مولانا عبداللہ سعود عثمانی نے کلمہ استقبالیہ پیش کیا جس میں جمعیت کے مختصر تعارف اور تمام حاضرین کا بھرپور استقبال کیا۔پھر جمعیت کے ڈائریکٹر مولانا محمد جنید مکی نے اپنا صدارتی کلمہ پیش کیا جس میں اس بات کی تاکید فرمائی کہ یہ دین رحمت کانفرنس ہے اسلام کائنات کی تمام چیزوں کے لئے رحمت کا پیغام دیتا ہے۔اس لئے اس اسٹیج سے دلائل کی روشنی میں اسلام کی رحمت کے پیغام کو عام کیا جائے تاکہ انسانوں کے درمیان محبت والفت اورامن وشانتی کا ماحول پیدا ہو۔ناگپور سے تشریف لائے الحاج وکیل پرویز خازن مرکزی جمعیت اہل ہند نے مسلمانوں کے موجودہ حالات اور تعلیمی کی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ تعلیمی شمع کو ہمارے علماء کرام اپنی کوششوں اور درسگاہوں سے جلائے ہوئے ہیں جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم سے بھی قوم کے نونہالوں کو سرفراز کیا جارہا ہے۔اس کے بعد دہلی سے تشریف لائے مہمان خصوصی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی مدنی نے مختصر اور جامع خطاب کے ذریعہ لوگوں کو بتایا کہ اسلام دین رحمت ہے۔جوسارے جہان خصوصا انسان کے لئے سراپا رحمت ہے۔اس کی تعلیم سراپا رحمت ہے ایک کتے جیسے نجس اور زہریلے جانور کو بھی ایک شخص پیاس کی حالت میں پانی پلاکر جنت کا مستحق ہوجاتا ہے جب کہ دوسرا ایک ادنی جانور پر بھی ظلم کرکے جہنم رسید بن جاتا ہے۔

ان کے بعد مولانا عبدالغفار سلفی نے ''اتباع رسول'' پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ رسول کی مخالفت کرنے کا انجام دنیا وآخرت میں بربادی ہے۔پٹنہ سے تشریف لائے مولانا خورشید احمد مدنی نے اپنے جامع خطاب میں دین رحمت پر تفصیلی روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ اسلام ہی دین رحمت ہے اوراللہ کے نزدیک یہی دین معتبر ہے جونجات کا ذریعہ ہے۔سب سے آخر میں ہندوستان کے مشہور ومعروف خطیب مولانا جرجیس اٹاوی نے سیرت طیبہ پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں بصیرت افروز خطاب میں بتایا کہ بغیر ''سیرت طیبہ'' اپنائے امت کی فلاح ونجات نہیں ہے۔کانفرنس کی صدارت جمعیت کے ڈائرکٹر مولانا محمد جنید مکی نے کی

اور نظامت کے فرائض بحسن وخوبی مولانا حافظ نثار احمد مکی نے انجام دئے۔اس موقع پر قرآن مجید کے آخری تین پاروں کی تفسیر اور قرآن کا انگریزی ترجمہ ھدیہ تقسیم کیا گیا۔

اس موقع پر بنارس وبیرون بنارس سے کافی تعداد میں لوگ کانفرنس میں شریک رہے۔خاص طور سے تھانہ انسپکٹر بھیلوپور اور بجرڈیہہ پولیس چوکی انچارج وان کے ہمراہی نیز حافظ محمد یونس سلفی، حاجی محمد یعقوب محمد صالح انصاری، حاجی اقبال احمد ،مولانا عبداللہ سعود عثمانی حافظ مصباح الرحمٰن، حافظ سعید الرحمٰن، حافظ زید، سعد جنید مکی ،محمد عالم انصاری، محمد ساجد، محمد مصطفےٰ، عبدالرحمٰن، حمران عدیل، فہد ندوی، مزمل، سعود مکی، محمد ہارون کیفی وغیرہ موجود رہے۔جلسہ انتہائی خوشگوار ماحول میں رات دو بجے اپنے اختتام کو پہنچا۔اخیر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ ناظم کانفرنس حافظ نثار احمد نے پروگرام کے اختتام کا اعلان کیا۔(محمد ہارون کیفی آفس سکریٹری، جمعیت الشبان المسلمین، بنارس)

دعائے مغفرت کی اپیل: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ مالیرکوٹلہ پنجاب کے معروف عالم دین مولانا عبدالرؤف مرحوم کے فرزند ارجمند اور پنجاب کے معروف صنعت کار جناب محمد اویس صاحب کے منجھلے بھائی جناب محمد زید صاحب کا گزشتہ ۲۷/نومبر ۲۰۱۹ء کو بعمر ۴۸ سال بمرض سرطان انتقال ہوگیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔مرحوم نیک وملنسار اور جماعتی جذبہ سے سرشار تھے اور جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔پیشہ سے تاجر تھے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصاً امیر محترم سے بے حد محبت وعقیدت اور احترام کا معاملہ رکھتے تھے۔پسماندگان میں بیوہ، دو صاحبزادے، ایک صاحبزادی، دو بھائی اور پانچ بہنیں ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان خصوصا محمد اویس صاحب ان کے دیگر بھائیوں و بہنوں اور مرحوم کی اہلیہ وبچوں اور دیگر اہل خانہ ومتعلقین کو صبر وسلوان عطا کرے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم نے مرحوم کے وارثین و متعلقین نیز صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے جملہ ذمہ داران اور مالیرکوٹلہ کے احباب سے دلی تعزیت کی ہے اوران کے غم میں برابر کے شریک ہیں مرحوم کی مغفرت وبلندی درجات کے لیے دعاگو ہیں۔تمام احباب ومتعلقین جماعت وعامۃ المسلمین سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔(ادارہ)

(مرکزی جمعیت اهل حدیث هند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جمله ذمه داران و کارکنان نے مذکوره مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظهار تعزیت کیا هے) ☆☆

تاریخ ردقادیانیت اورخدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کاخزانہ

ڈاکٹر بہاءالدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1تا25جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1تا8جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر %50 کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اورتاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کاپته

مکتبه ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

☆☆☆

خوشخبری　　　　خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2020

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید
قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر
چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613
Mob: 9810162108,9560547230,9899152690